۴۸۶
۹۲

سلسلۂ مطبوعات مکتبہ ابراہیمیہ

مرتبہ

سید محمد ایم۔ اے

سلسلۂ مطبوعات مکتبۂ ابراہیمیہ

گلشن گفتار

شعرائے اردو کا قدیم ترین تذکرہ

تصنیف

خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی

مرتبہ

سید محمد ایم اے

طبع اول　　مطبوعہ خورشید پریس یوسف بازار نیاپل　　قیمت ۱۲ ار

فہرست مندرجات

مقدمہ

جس طرح اردو شاعری کی بنیاد فارسی شاعری پر رکھی گئی اور اس کے نمونوں کو پیش نظر رکھ کر اردو میں بھی تمام اصناف سخن کی تکمیل کی گئی۔ اردو میں تذکرہ نویسی کا رواج بھی فارسی ہی کی تقلید میں ہوا۔ شعرائے فارسی کے جو تذکرے ایران میں تصنیف ہوے ان سے قطع نظر ہندوستان میں بھی فارسی شاعری کے چرچوں کے ساتھ اس زبان کے شاعروں کے متعدد تذکرے لکھے گئے جب فارسی زبان کو سرکار دربار کی سرپرستی اور مسلمان امرا و علما کی اسلام دوستی یا ایران پسندی کے باوجود ہندوستان میں زوال ہونے لگا اور ہندو مسلمانوں کے باہمی میل جول سے جو زبان عالم وجود میں آئی تھی روز بروز فروغ پانے لگی تو اردو شاعری کا جو پودا سرزمین دکن میں لگایا گیا تھا خوب پھلنے پھولنے لگا۔ اور چند ہی دنوں میں ایسا تناور درخت ہو گیا کہ اس کی شاخیں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئیں۔

اردو ادب اور بالخصوص اردو شاعری کو جو ترقی اور وسعت ابتداً دکن میں ہوی اس کو دیکھتے ہوے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دکن میں بہت عرصہ پہلے شعرا کے تذکرے لکھنے کا بھی چرچا ہو گا۔ عادل شاہی اور قطب شاہی

دربا روں میں اردو کی سرپرستی اور بیجا پور، گولکنڈہ اور گجرات میں اردو شاعروں کی قبولیت عامہ کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ان شاعروں کے کئی تذکرے لکھے جاتے مگر اس وقت تک ایسی معلومات صحت و وثوق کے ساتھ حاصل نہیں ہویں اور نہ قدیم ترین اردو شاعروں کے تذکروں کا پتہ چلا ہے۔ اس وقت عام طور پر میر تقی کے "نکات الشعرا" کو اردو کا سب سے پہلا تذکرہ سمجھا جاتا ہے۔ اس تذکرے کا سنہ تالیف خود مولف نے تو کہیں نہیں بتایا مگر اس کا غائر مطالعہ کرنے سے اس کے سنہ تالیف کا تعین ممکن ہے اس کے مختلف بیانات اور دوسرے ذرائع معلومات کے باہمی مقابلے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تالیف ۱۱۶۵ھ میں ہوی۔ نکات الشعرا کے علاوہ دوسرا تذکرہ فتح علی گردیزی کا ہے یہ بھی اسی سن میں لکھا گیا ہے ان میں اول الذکر تو کسی ناقص قلمی نسخے سے نقل کرکے انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد) نے شایع کر دیا ہے اور ثانی الذکر ابھی تک شایع نہیں ہوا اس کا ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد) میں موجود ہے ایک تیسرا تذکرہ جو مذکورہ بالا تذکروں کے صرف تین سال بعد تالیف ہوا وہ "مخزن نکات" مولفہ قائم چاندپوری ہے اور دو تذکروں چمنستان شعرا (۱۱۷۵ھ) اور گلزار ابراہیم (۱۱۹۸ھ ہجری) پر بارہویں صدی ختم ہو جاتی ہے۔

یہ حالت موجودہ یہی اردو کے قدیم تذکروں کا ذخیرہ ہے یہ تمام تذکرے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے بالکل فارسی تذکروں کی تقلید میں لکھے گئے ہیں۔ فارسی تقلید کا اثر اس قدر غالب ہے کہ یہ تمام تذکرے اردو شاعری کے ہونے

[1] چمنستان شعرا اند تذکرہ گردیزی کے دیکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ بعض جگہ حالات شعرا میں اور اکثر جگہ اشعار میں مطبوعہ نسخہ سراسر تحریفوں سے بھرا ہوا ہے ۱۲

کے باوجود فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں ان سے اردو شاعری کے آغاز
وارتقاء عہد بہ عہد کی تبدیلیوں اور مختلف دوروں کے میلانات وخصوصیا
وغیرہ پر کوئی بصیرت افروز روشنی نہیں پڑتی اور وہ تمام چیزیں جو کسی ملک
کی شاعری کی تاریخ میں پائی جانی چاہئیں تقریباً مفقود ہیں اکثر و بیشتر
صورتوں میں تذکرہ نویسوں نے شاعروں کے نام معمولی حالات زندگی اور
پیدائش و وفات کی تاریخیں بھی توجہ اور صحت سے بیان نہیں کیں۔ تذکرہ نویسی
کا زیادہ تر مقصد یہ ہوتا تھا کہ مختلف شاعروں کے پسندیدہ کلام اور عمدہ اشعار
کا ایک گلدستہ مرتب کر دیا جائے۔ بعض قدیم اور اکثر متاخر تذکرہ نویسوں نے بالکل
تذکرہ نویسی کے اصل مقصد سے ہٹ کر مختلف شاعروں کے اشعار اپنی بیاض
میں نقل کر لیے اور اشعار سے پہلے بطور تعارف چند فقرے شاعر کی نسبت اضافہ
کر دیے۔ پس اسی کا نام تذکرۃ الشعرا رکھ دیا۔
تذکرے کی ترتیب اکثر حروف ہجا کے سلسلے پر ہوتی ہے۔ بعض نے اس کا
بھی لحاظ نہیں رکھا اور بغیر کسی خاص ترتیب کے مختلف مقامات اور مختلف دوروں
کے شعرا کا یکے بعد دیگرے حال لکھ دیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام تذکروں میں صرف
ایک "مخزن نکات" ایسا تذکرہ ہے جس کے مولف نے سلیقے سے اردو
شاعری کے تین دور قرار دئے ہیں اور متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے
تین طبقے قایم کر کے ہر طبقے کے شعرا کو پیش کرنے سے پہلے اس پر ایک سرسری سا
نوٹ بھی تحریر کیا ہے۔ شمس العلما پروفیسر محمد حسین آزاد مرحوم نے اپنے تذکرے
"آب حیات" میں بالکل اسی کی نقل کی ہے اور تقریباً قایم چاندپوری ہی کے

نوٹوں کو پھیلا کر اپنے تذکرے کے پہلے تین دوروں کی تمہید مرتب کی ہے۔ تذکروں کے ان نقایص کے باوجود موجودہ حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ متعلمین ادبیات اردو انہی کے منتشر بیانوں سے تاریخی اسناد کا کام لیں۔

ان تذکروں کو من وعن شایع کردیا جاے تو ان کے مطالعہ اور باہمی تقابل تطابق سے اردو شاعری کی تاریخ مرتب کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

تذکرہ نویسوں نے اکثر صورتوں میں شاعروں کے حالات کی بجائے اُن کی مبالغہ آمیز تعریف کی ہے اور کہیں کہیں بے لاگ تنقید اور مفید راے بھی لکھدی ہے مبالغہ آمیز تعریفوں سے قطع نظر کرکے ایسی رایوں اور تنقیدوں سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا جاسکتا ہے نیز اردو مطابع کی خرابی اور غلط سلط سستے دیوانوں کی اشاعت نے قدیم شعراے اردو کے کلام کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اور مشہور اساتذہ کے کلام میں اس وقت جو تعریفیں اور الحاقی اشعار نظر آتے ہیں ان کی صحت ودرستی میں بھی ان تذکروں سے بڑی مدد مل سکتی ہے کیونکہ ہمارے تذکرہ نویسوں کا مطمح نظر زیادہ تر اچھے کلام کو جمع کرنا تھا۔

ان صفحات میں جس تذکرے سے روشناس کرایا جارہا ہے وہ اسی سلسلہ کی نہایت اہم کڑی ہے اور موجودہ تذکروں میں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے سب سے قدیم تذکرے نکات الشعرا اور تذکرۂ فتح علی گردیزی کے ساتھ ۱۱۶۵ھ میں تالیف ہوا ہے[1] اس کا نام گلشن گفتار مصنف کے اعلیٰ ذوق اور پاکیزہ وجدان کی

---

[1] یہ تذکرہ ہمیں مولوی علی رضا صاحب ماہر شیرازی لکچرار فارسی سٹی کالج کی عنایت سے ملا تھا جس کی نقل لیکر اس کو شایع کیا جارہا ہے ۱۲

زبان حال سے تعریف کر رہا ہے داخلی شہادتوں کے علاوہ اس کے سن تالیف کی توثیق ذیل کے قطعہ تاریخ سے جو مولف کے دیباچے میں مندرج ہے غیر مشتبہ طور پر ہوتی ہے۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید   ہوا خوش جسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کر کے دل   کہا "گلشن بزم گفتار ہے"

داوین کی عبارت سے بحساب جمل (۱۱۶۵ھ) برآمد ہوتے ہیں۔

صاحب تذکرہ نے نہ تو اپنا حال لکھا ہے اور نہ اپنے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے، ہمیں دوسرے ذرایع سے بھی اس کا حال نہ معلوم ہو سکا گلشن گفتار کے دیباچے اور متن کے بعض حصوں میں ضمناً اس نے اپنا جو ذکر کیا ہے اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام خواجہ خاں اور تخلص حمید ہے۔ باپ کا نام ترکتاز خاں قوی جنگ اور دادا کا یکہ تاز خاں تھا وہ عارف الدین خاں عاجز کا تربیت یافتہ اور شاگرد رہے ان کے فارسی اور اردو دیوان انہی نے مرتب کیے تھے اور اس کا ذوق شاعری بالکل عاجز کا مرہون منت ہے خود اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"از انجا کہ ایں احقر با ایشان (عارف الدین خاں عاجز) محبت تمام دارد و ہم سخن گوئی بہ برکت فیض ایشاں اکثر قصاید بے نقط وغیرہ معہ غزلیات دیوان ترتیب دادہ و اشعار متفرقہ ہندی نیز بہ دستور معروف جمع نمودہ دیوان ہندی ایشاں مرتب ساختہ"

جہاں تک داخلی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے خواجہ خاں حمید اورنگ آباد کا باشندہ تھا اور وہاں کے کسی امیر خاندان سے تعلق رکھتا تھا

عاجز کے تذکرے سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ جب وہ اورنگ آباد خجستہ بنیادؔ میں اقامت گزیں ہوئے ان سے اس کی راہ و رسم پیدا ہوئی علاوہ ازیں برہان پور کے ایک شاعر مرزا ابدال بیگ سے اپنے تعلقات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "از نجبائے ولایت، باشندۂ برہان پور و از مدتے در رفاقت احقر ہستند" اسی طرح عبدالولی عزلت کے تذکرے میں لکھتا ہے کہ" در ایام آصف جاہ نظام الملک بہ خجستہ بنیاد آمدہ" اس کا یہ طرز تحریر اس کے اورنگ آبادی ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے اس سے زیادہ ہمارے ذرائع معلومات سے اس کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ دیباچے کے قطعہ تاریخ اور چند ادبیات حمد و نعت (جن میں بعض دوسرے مشہور شاعروں کے بھی ہیں) کے سوا سارے تذکرے میں صرف ایک جگہ" از ریختہ احقر خواجہ خاں" کہہ کر یہ شعر لکھا ہے :۔

زلف خم ہو کے لٹک جان کے سب کان میں رات
مو بمو کھول کہے حال پریشاں میرا

دیباچے ہی میں " تعریف تالیف" کے ایک ذیلی عنوان سے شعر و سخن کی تعریف کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ وہ بچپن سے شعر کا شیدائی تھا جب کبھی دنیا کے مکروہات سے تھوڑی سی فرصت مل جاتی شعرائے سلف کے کلام کے مطالعہ سے خوشدل ہوتا

اور اکثر و بیشتر اپنے دل و دماغ کو شاعرانہ ماحول میں رکھتا اسی ذوق سخن نے اسے تذکرہ نویسی پر ابھارا۔ فارسی کے سخن طرازوں کے متعدد تذکرے موجود تھے اور اس موضوع پر قلم اٹھانا تحصیل حاصل تھا اس لیے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ کیا اس کے طرز بیان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کسی نے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے پر توجہ نہیں کی وہ اپنے تذکرے کو اردو شعرا کا پہلا تذکرہ بتاتا ہے وہ میر تقی اور فتح علی گردیزی کے تذکروں سے قطعاً بے خبر ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس زمانہ میں ایک سن کی دو تصنیفوں کے مصنفوں کا بروقت ایک دوسرے سے واقف ہونا محال نہیں تو بعید مشکل ضرور تھا۔ وہ میر تقی کی تذکرہ نویسی سے قطع نظر ان کی شاعری سے بھی بالکل ناواقف ہے۔ غالباً اس زمانہ (۱۱۶۵ھ) میں میر تقی کی شاعری کے اصلی جوہر چمکے نہیں تھے انھیں دلی اور اس کے قرب جوار کے مقامات کے سوا دکن اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں ابھی کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی۔

گلشن گفتار اگرچہ بہت مختصر تذکرہ ہے اور اس کے ہمعصر تذکروں کے مقابلہ میں اس کی فہرست مندرجات میں تیس سے زیادہ شاعروں کے نام نہیں لیکن اپنے زمانہ تصنیف اور بعض خاص اطلاعات کی بنا پر نہایت اہم اور مفید ہے اس کے تیس شاعروں میں سے سترہ دکن کے شاعر بتائے گئے ہیں ایک کے متعلق ہمیں شبہ ہے اور سولہ بلاشک و شبہ خاص دکن کے شاعر ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کے ذکر سے دوسرے تمام تذکرے خالی ہیں دہلی

اور اس کے مضافات کے جو شاعر اس تذکرہ میں پیش کیے گئے ہیں وہ اردو کے ابتدائی شاعر ہیں اور آب حیات کے دور دوم و سوم سے تعلق رکھتے ہیں
قدیم شعرائے دکن کی نسبت اول تو موجودہ تذکروں میں بہت ہی کم مواد ملتا ہے کیونکہ ان کے مصنف اکثر شمالی ہند کے باشندے ہیں اور وہ شعرائے دکن کے حالات و کمالات شاعری سے تقریبًا بے خبر ہیں۔ صرف ایک چمنستان شعرا کے سوا جس کا مصنف اورنگ آباد دکن کا باشندہ تھا، میر تقی، فتح علی گردیزی اور قایم چاندپوری کی اس خصوص میں تمامتر معلومات سید عبدالولی عزلت کی بیاض اور چند زبانی روایتوں پر منحصر ہیں۔
جس وقت میر تقی اور فتح علی گردیزی اپنے تذکرے تالیف کر رہے تھے سید عبدالولی عزلت بہ سلسلہ سیاحت دہلی میں وارد تھے اور اپنے شاعرانہ ذوق کی وجہ سے باوجود اجنبی ہونے کے دہلی کے مشاعروں وغیرہ میں برابر شریک ہوتے تھے اور وہاں کے شعرگویوں میں بڑی ہردلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ میر تقی نے تو بالکل انکی بیاض کے متفرق اشعار اپنے تذکرے میں نقل کر دیے ہیں اور اُن متفرق اشعار کا اپنے عہد کے شاعروں کے کلام سے مقابلہ کر کے تحقیق و تجسس کی زحمت اٹھائے بغیر یہ رائے دیدی کہ
"اگرچہ ریختہ در دکن است چوں از انجا یک شاعر مربوط برنخواستہ لہذا شروع بنام ایشاں نہ کردہ"
شعرائے دکن کی نسبت تذکروں کی ناقص معلومات کے مدنظر گلشن گفتار کی اطلاعات اس لحاظ سے کہ اس کا مولف خود دکن کا باشندہ تھا اور اکثر

دکنی شاعروں سے شخصی طور پر واقف تھا زیادہ مستند و معتبر ہیں۔ جن دکنی شاعروں کا ذکر دوسرے تذکروں میں قطعاً مفقود ہے ان کے متعلق اس تذکرے کے بیانات سے اہل تحقیق کو بڑی مدد مل سکتی ہے۔ چنانچہ عادل شاہی دربار کے ملک الشعرا ملا نصرتی کا چمنستان شعرا کے سوا کسی اور تذکرے میں ذکر نہیں۔ گلشن گفتار سے یہ اطلاع حاصل ہوتی ہے کہ وہ مدالت ہندی (گلشن عشق) کا مصنف تھا اور دربار شاہی سے اس کو ملک الشعرا کا خطاب ملا تھا۔ ولی اورنگ آبادی کے ذکر سے قدیم اور جدید کوئی تذکرہ خالی نہیں مگر تقریباً ہر ایک دوسرے سے کسی نہ کسی بات میں اختلاف رکھتا ہے۔ باوجود اس کثرت معلومات کے اب تک ولی کی نسبت بہت سی باتیں حل طلب ہیں کلیات ولی کے فاضل مرتب مولوی احسن مارہروی نے بڑی تلاش و جستجو کے ساتھ دیوان ولی کے متعدد نسخوں کے مطالعہ اور مقابلہ اور کم و بیش تمام مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ تذکروں کے بیانات پر محققانہ نظر ڈال کر جو کلام اس کے نام سے منسوب کیا ہے اور جو حالات اس کے بیان کیے ہیں۔ دونوں میں بہت سے شبہات پیدا ہوئے ہیں اور بعد میں مختلف اصحاب نے جو تحقیقاتیں کی ہیں ان سے بہت سی نئی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ ہنوز بھی ان چیزوں کو بالکل منفصلہ اور مسلمہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ ولی کے نام کے متعلق تذکروں میں شدت سے اختلاف ہے بعض صاحبان تذکرہ نے اس کا نام ولی اللہ بتایا ہے۔ بعض نے شمس الدین ولی اللہ۔ چمنستان شعرا میں محمد ولی لکھا ہے اور گلشن گفتار میں ولی محمد۔ یہی دو نام موجودہ تحقیقات میں زیادہ

ترین قیاس تسلیم کیے گئے ہیں ۔ گلشن گفتار میں بعض اور تذکروں کی طرح ولی
کو احمد آبادی لکھا ہے مگر یہ تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ اورنگ آبادی تھا
ولی نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گجرات ہی میں بسر کیا وہ احمد آباد میں توطن
اختیار کر چکا تھا اور اس کا انتقال بھی وہیں ہوا۔ اپنے اشعار میں اکثر جگہ
گجرات کا اس شیفتگی کے ساتھ ذکر کرتا ہے کہ گویا وہ اس کا اصلی وطن تھا
کسی سفر میں ایک مثنوی تمام وکمال سورت (گجرات) کے فراق میں لکھی ہے جسکے
ایک ایک شعر سے اس شہر کے ساتھ اس کی محبت ظاہر ہوتی ہے غالباً اس
بنا پر گلشن گفتار اور دوسرے تذکروں کے مولفوں نے اس کو احمد آبادی
اور گجراتی سمجھ لیا ہے۔ ولی کے متعلق ایک خاص اطلاع جس کا کسی اور تذکرے
میں بالکل ذکر نہیں یہ ہے کہ اس نے ایک عرصہ تک برہان پور میں بھی
قیام کیا تھا ولی کی طالب علمانہ زندگی پیرزادہ سید معالی کے ساتھ اس کی دوستی
محبت اور عمر طبعی کو پہنچکر گجرات میں انتقال کرنے کے واقعات بھی موجود ہیں
ولی کے ہمعصر اور بالخصوص اس کے ہم مجلس شعرا کا ذکر کسی تذکرہ میں
بھی نہیں "گلشن گفتار" میں اس کے دو شاگردوں کا حال درج ہے اور یہ
ایک بالکل نئی اطلاع ہے ولی نے اپنے اشعار میں بعض دوسرے شاعروں
کے تخلص کے اظہار کے ساتھ کبھی کبھی ان کے شعروں کی تضمین بھی کی ہے اور
اس بنا پر بعض شاعروں کو صاحبان تذکرہ نے اس کے معاصرین بتایا ہے۔
چنانچہ ولی نے ایک جگہ اشرف کے ایک مصرع پر تضمین کی ہے ؎

اشرف کا یہ مصرع ولی مجھ کو ہے دل چسپ   الفت ہے دل و جاں کو مرے یم نگر سوں

چمنستان شعرا کے مولف نے اس کو نقل کر کے محض قیاساً لکھدیا ہے کہ "اشرف از معاصران ولی است چنانچہ ولی جائے مصرع اور تضمین می نماید"
گلشن گفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشرف گجرات کا باشندہ اور ولی کا شاگرد تھا اس کا کلام نواح گجرات میں بہت مقبول تھا۔ بڑا رنگین طبع شاعر تھا۔ اس کا دیوان مدون ہو چکا ہے ولی کا دوسرا شاگرد محمد رضی رضی ہے۔ یہ بھی گجراتی اور احمد آباد کا باشندہ ہے۔ اشرف اور ولی دونوں ایک ساتھ مشق سخن کیا کرتے تھے اور اکثر ایک ہی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔ بطور نمونہ دونوں کا جو کلام اس تذکرے میں نقل کیا گیا ہے وہ بھی ہم طرح غزلیں ہیں غالباً ولی کی کلیات میں بھی ایک غزل اسی زمین میں ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزلیں کسی مشاعرے میں پڑھی گئی تھیں یا اپنے استاد کی تقلید میں دونوں شاگردوں نے بھی اسی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔

ڈاکٹر سید محی الدین زور قادری ام اے پی ایچ ڈی (لندن) کو جامعہ اڈنبرا کے کتب خانہ میں دکھنی مرثیوں کا ایک بڑا مجموعہ ملا ہے اس پر آپ نے جو محققانہ مقالہ تحریر کیا ہے وہ رسالہ اردو ۳۵ع میں شایع ہو گیا ہے۔ آپکی تحقیقات میں اشرف اور رضی دونوں کے مرثیے بھی معلوم ہوئے ہیں۔ اشرف کے تیرہ مرثیے ہیں اور کل اشعار کی تعداد (۱۳۵۰) ہے (۱۹) شعر کا ایک فارسی مرثیہ بھی ہے۔ ڈاکٹر زور قادری نے ان مرثیوں کا مطالعہ کر کے یہ رائے لکھی ہے کہ اڈنبرا کے مجموعہ مراثی میں جن شاعروں کے مرثیے ہیں ان میں اشرف اول درجہ کے مرثیہ گویوں میں شمار ہونے کا مستحق ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ اس کی مرثیہ گوئی کا سارے دکن میں شہرہ تھا۔ ایک جگہ کہتا ہے:۔

کہیا ہوں بے بدل یو مرثیہ جب سو اماموں کا
ہوا مشتاق ہر اک شاعر ملک دکن میرا

رضی کے بھی اس مجموعے میں (۹) مرثیے ہیں جن کے اشعار کی مقدار (۸۷) ہے۔ رضی نے اپنے مرثیوں میں خواجہ حافظ شیرازی کی بعض غزلوں کو تضمین بھی کیا ہے اس کے بعض مرثیے غزل کی وضع کے ہیں۔ مرثیوں میں غزلیت کا انداز بتاتا ہے کہ وہ ضرور ایک غزل گو شاعر تھا۔

ہمارے پاس ابھی اس بات کے تسلیم کرنے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ یہ اشرف اور رضی بلاشبہ وہی ہیں جو ولی اورنگ آبادی کے شاگرد تھے کیونکہ محولہ بالا مجموعہ میں کوئی تاریخی شہادت ایسی نہیں کہ ان کے زمانہ حیات کا تعین کیا جاسکے یا ان کے حالات اور مقام سکونت وغیرہ کا پتہ چل سکے۔ گجرات میں بھی زمانہ قدیم سے گولکنڈہ اور بیجاپور کی طرح غزل، قصیدہ، مثنوی کے ساتھ مرثیہ گوئی کا رواج تھا خود ولی سے بھی چند مرثیے منسوب ہیں ان حالات میں اس کا قوی امکان ہے کہ یہ مرثیہ گو اشرف اور رضی وہی ہیں جو ولی کے شاگرد تھے۔

ایسے دکنی شاعروں میں جو کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں چار شاعر (۱) سید اعظم اعظم (۲) میر محمد قایم قایم (۳) میر محمد کامل کامل اور (۴) مرزا ابدال بیگ ابدال برہان پور کے ہیں۔ برہانپور اورنگ آباد سے قریب کسی زمانہ میں اردو شاعری کا ایک مرکز رہ چکا ہے۔ اس وقت تک

یہاں کی بزم شعرا کا کوئی علم نہیں۔ صرف اس تذکرے میں ان چار قدیم شاعروں کے ذکر سے گمان ہوتا ہے کہ اس مقام کا بھی اردو شاعری کی نشو و نما میں کوئی حصہ ہے۔ برہان پور کے ان شاعروں میں کامل برامرثیہ گو و قصیدہ گو تھا جامعہ اڈنبرا کے کتب خانہ میں قایم نے بھی تین مرثیے ہیں جنہیں کل (۷۹) ابیات ہیں۔ ڈاکٹر زور قادری کا بیان ہے کہ تینوں مرثیے اچھے ہیں اور شہادت کے تفصیلی واقعات بیان کرنے میں میر انیس کی طرح اس نے بھی مکالمے کی طرز اختیار کی ہے۔ ممکن ہے کہ یہی قایم برہان پوری ہو۔

ایلچ پور یا ایرچ پور (برار) کے دو شاعروں رسا اور وفا کا بھی اس تذکرے میں ذکر ہے اول الذکر کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں وہ بالاپور متصل ایلچ پور میں رہتا تھا وہیں اس نے انتقال کیا اور اس کا مزار بھی اسی مقام پر ہے اس کا دیوان مرتب ہو گیا تھا۔ آخر الذکر کا ذکر چمنستان شعرا میں برائے نام اور تحفۃ الشعرا مولفہ افضل بیگ قاقشال میں ذرا تفصیل سے ملتا ہے۔ گلشن گفتار اور تحفۃ الشعرا کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام آقا امین یا آقا محمد امین ہے۔ اس کے والد کا نام حکیم محمد نقی خاں تھا۔ اور وہ امیر الامرا سید حسین علیخاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں امارت کو پہنچکر انتقال کر گئے۔ امین نے باپ کے مرنے کے بعد بجائے منصب و جاگیر کے لئے تگ و دو کرنے کے جو کچھ یومیہ مقرر ہو گیا اسی پر قناعت کر کے ایلچ پور میں مستقلاً اقامت اختیار کی۔ وہ عربی زبان کے علاوہ حدیث و فقہ میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ نظم و نثر دونوں کی تحریر پر حاوی تھا۔

اس تذکرے میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اکثر شاعروں کی ایک یا دو غزلیں تمام وکمال پیش کی گئی ہیں۔ دوسرے تذکروں کی طرح صرف متفرق اشعار نہیں لیے گئے۔ بعض شاعروں کے ذکر میں انکی مثنویاں مخمس وغیرہ مسلسل کلام بھی ملتا ہے۔ دوسرے تذکروں میں مسلسل کلام کو شاذ ہی انتخاب کیا گیا ہے۔ حاتم کے ذکر میں غزلوں کے علاوہ حقہ پر ایک مثنوی پوری نقل کی ہے جو کسی اور تذکرے میں نہیں ملتی۔

متعلمین ادب کی سہولت اور شعرا کے سوانح حیات کا تمام ممکنہ مواد یکجا فراہم کرنے کے لیے ہم نے ہر شاعر کی ضمن میں نکات الشعرا، تذکرہ فتح علی گردیزی، مخزن نکات، چمنستان شعرا، گلزار ابراہیم اور تحفۃ الشعرا میں جو معلومات درج ہیں انھیں نقل کر دیا ہے۔ تذکرہ فتح علی گردیزی تحفۃ الشعرا اور گلزار ابراہیم تینوں غیر مطبوعہ ہیں اور اب تک ان کی اطلاعات عام نہیں ہوئیں۔ عزلت کے ذکر میں علامہ آزاد بلگرامی کے تذکرہ سرو آزاد کا بیان بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ ان بیانات کے باہمی مقابلہ سے ناظرین اندازہ لگائینگے کہ ہر شاعر کے متعلق ایسی معلومات بہ آسانی حاصل ہوتی ہیں جن پر کوئی ایک تذکرہ پورے طور سے روشنی نہیں ڈال سکتا اس سے بہت سے ابہام اور شبہات جو انفرادی طور پر تذکروں میں پائے جاتے ہیں ان کا بھی انقطاع ہو جاتا ہے فقط

سید محمد

۳۰ بہمن سنہ ۱۳۳۹ ف
گھانسی بازار حیدرآباد دکن

محمدت ایزدے کہ زبان فصحائے عالی فطرت والا خبرت بتقریر شمۂ آں
عاجز و قاصر و مکرمت الٰہی کہ بہ بہترین اشکال شامل حال سودا امزاجان شیدا
طینت ظاہر و باہر چہ نیرومے خامہ بریدہ زباں کہ بتحریر نقطۂ آں حرف
جرات زند و چہ یارائے لسان ناقص البیان کہ باداے شکرش سخنی بسرعت
گوید عزلت نشینان گوشہ سخنوری و دانائی بذکر مراتب بیانش مقر قصور و
نادانی و آزاد صفتان کوے معرفت و بینائی بدریافت صفات استغنائیش
حیرت افزائے آئینہ حیرانی بذہے حجاب والائش کہ ہیچ فکر رسا و طبع بینا تصور
نتواں نمود و جہے صفات کبریائیش کہ ہرگز بہ افکار موزوں و اذکار بلند مضمون
بہ ادائے حرف آں لب نمیتواں کشود مہر کہ درایں راہ خاک عجز و انکسار
تبارک زد ابرو یافت و کسی کہ محاذی وجود واجبش خود را محو فنا دید جان
جاناں گردید رُباعی

ذاتش ز کمال اہل عرفاں بیروں وصفش ز قیاس جن و انساں بیروں

زیں مرحلہ ہیچکس بمنزل نرسید — بگذار قدم ازیں بیاباں بیروں

نعت محمدے کہ مستوجب سعادات سرمدی وماورائے طاقت بشریست

چگونہ بذکر آں عنوان کلام را رونق افزایم کہ مقدسان ملاء اعلی بادراک اوج
مرتبہ صفاتش متحیر و عاری و معاشر الانبیا والرسل علیہم السلام بنارسائی کماہی حقیقت
نبوت والایش بہ کمال خجالت و شرمساری سلطانے کہ حاتم زلہ ربائے خوان
احسان اوست خسروے کہ از ذروۂ عرش بریں تا حضیض زمین تمام مطیع
فرمان سراج وہاج دین متینش قصرتہ رواق طارم را نور آگیں ساختہ و قاسم
انوار شریعت غرایش محافل دلہائے اہل تقوی را مستور گردانیدہ داود بہ حلقہ
زرہ بافان سرکار اوست وسلیمان بزمرۂ عصا برداران دربار او کسیکہ مدام
جویانی نور شفاعت اوست نیکوست وہر کہ بے وسیلہ محبتش طالب سعادت
برکات سرمدست بدست ولی ازلی بے اجازت او اگر حرفی بزبان آرد واجب
التعذیر گردد و فراق محبت حقیقی بے شرائع او اگر ہوی کشد مستوجب تشہیر شود
دانائے کہ مہذب بہ کمال فراست و فرہنگ است بہ جناب مستطاب اصحاب
والایش یکرو ویکرنگ است

مثنوی

شہی در لشکری سردار عالم — فروغ شمع دیں نور مجسم
بہ ظاہر مظہر نور الٰہی — بہ باطن زوست از مہ تا بماہی
منور ساز کاخ لامکانی — چراغ دودمان انس وجانی
سریر آرائے چرخ لاجوردی — بہ رفرف زد قدم از بایمردی
محمد شمع وفانوس است آفاق — وجودش نور و قندیل است نہ طاق

بدل داغ تولایش تمنا است تنم را درد او عین مداوا است
بران بخشندهٔ ارباب حاجات زمن ایزد رساند صد تحیات

تعریف تالیف

بر خاطر قدسی مظاہر صائب فکرتان گلشن طبیعت اظہر وانور است
که اولیائے عظام و علمائے ذوی الافہام و شعرائے افصح الکلام ہیچکس از ذکر
شعر و سخن زبان نہ بستہ و شخصی بہ اہانت و مذمت این فن لب نکشودہ ہموارہ
بہ این دریائے گہرہائے آشنا بودہ لالی ابدار اشعار از بطن صاف صدف
دلہا بگوش ہوش ارباب ذکا رسانیدہ اگر بایزید بسطامیست باین کمال
مشہور و نامیست و اگر ابراہیم ادہم است تیغش از این آب دو دم است
اگر بہاء الدین عاملیست قطعہ سنجش جلیست و اگر حافظ شیراز است ابواب
معانی بہ خاطرش باز است - بیت

در تن خاکی ما این سرو سامان سخن است دل سخن دیدہ سخن سینہ سخن جان سخن است

لہذا من جرعہ چش صہبائے سخن مغنے سنجان خواجہ خان بن ترکتاز خان
بہادر قوی جنگ بن تیمتاز خان غفر اللہ لہما مسمی بہ تخلص حمید نیز بہ احیائے
سنن سلف مدام بہ جام مخموری مست و سرشار بودہ دیدہ افکار زمانہ ناہنجار
بیزار گردیدہ ذکر اشعار روشن فکران معانی آرایان فصیحت می دانم و فکر
سخنان ہوش بخش مسرت افزا غنیمت می شمارم بلکہ از فیض سخن شوکتہا
یافتم میں خاطر را نزہت بخشیدم دل را از افکار علائق غنی ساختم و طبیعت
را از کشاکش خلائق بے نیاز گردانیدم خواستم کہ شغلی پیش گیرم و تذکرہ الشعرا

نویسم لیکن چوں عبارت آرایان منشی طراز اکثر تذکرة الشعرای فارسیہ بحیطۂ تحریر
درآوردہ اند تالیف آن تحصیل حاصل می انجامد بنابرایں تذکرة الشعرائے
ہندیہ ترتیب دادم و بہ مضامین تازہ دلہارا گلشن گلشن ساختم و نامش
گلشن گفتار نہادم۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید — ہوا خوش جسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کرکے دل — کہا گلشن بزم گفتار ہے"

۱۱۶۵

بیت

نوشتم بسکہ از نوک قلم اشعار رنگیں را — سیاہی رنگ گل گردید و کاغذ ارغوانی شد

ہر حرفی کہ درو مندرج گشتہ نوکش ناخن زن سینہاے خیال است و
دامن اشک گردانشاں چہرہ ہلال و ہر بیت کہ دراں منضبط گردیدہ روشن
مضمونی تجلی افروز شعلہ طور است و بیاں شجرۂ طیبہ پر نور ہر مصرعش عصاے
موسیٰ است و ہر صفحہ قرطاسش چوں ید بیضا اگر فرد انتخابی آنرا سیاہہ خاطر
آورد از خورشید بر نقطہ انتخاب گزارد یک بیت مثنویش اگر حاتم تصور نمودے
برونمائی آں بند ہزار بدرہ گوہر ایثار کشودے ریختہ ہاے بلند مضامینش از طارم
بریں آب گوہر ہاے پروین بزمین ریختہ و مانند مشکیں ریاحین بقصر نوردر
آویختہ دام ہر سطرش بیدلانرا اسیر میسازد و در مزہر سخنش درد لہا تاثیر میکند مثنوی

ہر ورقش صفحہ نورانی است — ہر سخنش لعل بدخشانی است
مثنویش بسکہ ز پر گوہر است — مصرع ہر بیت چو سلک در است
یہ چرخ کہ گوہر بخود آویختہ — بر سر ہر ریختہ اش ریختہ

تازہ معانی کہ بہ الہام یافت — ہر سخن آرا ہمہ ایہام یافت
لطف دگر ہست بہ دو معنی حسین — دوست تراست اہل سخن را زعین
منکہ دریں نو چمن سبز فام — گشتہ ام ایں شاخ ز نخل کلام
برگ بہارش ہمہ فردوسی است — در قدمش حور بپا بوسی است
دارم امید از کرم کبریا — کاں رطبی آرد و ماند بجا

حاتم۔ اسم با مسمی کہ احوال و اشعارش در وسط کتاب کہ خیر الامور اوسطہا واقع است انشاء اللہ تعالیٰ مذکور خواہد شد بالفعل نظر بہ پاس حمد الٰہی و نعت جناب ختم المرسلین حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم و منقبت ائمہ معصومین المطہرین علیہم السلام ابیات چنداں سعادت مند قبول از اقوال شعرائے متقدمین مرقوم قلم می گردد

مثنوی۔

الٰہی داغ سیں دل کو جلا دے — برہ کی آگ مجہ تن میں لگا دے
جلا جیوں پھلجھڑی مجہ ناتواں کو — شرر لبریز کر ہر استخواں کو
فنا کر عشق میں یہ جان بے تاب — کہ جیوں آتش میں گھٹ جاتا ہے سیماب
رہے منظور اک معشوق کی ذات — بطوف کعبہ و سیر خرابات
یہ آب مے نہانا آرزو ہے — نمازے خودی کا یہ وضو ہے
پڑے ہیں زخم پتیاں کے ناسور — بآب تاک دہو مجہ دل کے انگور
کہ ہو مست آپ سیں للیار ہا دل — پیمبر کی صفت کا رستے کو دہاؤں
محمد صاحب ایجاد ایساں — کہ جس کی شان میں آیا ہے قرآں
سرو سردار جگ کے مردوں کا — جماعت دار سب پیغمبروں کا

رکھے ہیں جس کے دروازے پہ موسیٰ
سعادت جان دربانی کا عاما[1]

مسیحا ناک گھس تجہ آستاں پر
دماغ اپنا چڑھایا آسماں پہ

گئے سب انبیا اس آرزو میں
ردا اس رنگ کی کملی کسو میں

او ترسدرہ سیتی ہر پیر جبرئیل
کیا علم حقیقت خوب تحصیل

سر پر سرور با با سلیماں
چلا جن و پری پر اس کا فرماں

وہی تھا نور تیرا سات اس کے
انگوٹھی نام کو تھی ہات اس کے

سلایا خاک میں اعدائے دیں کو
جگایا دین ختم المرسلین کو

نہ اس کے ہات سیف دو زباں ہے
شجاعت اور تہور تو عیاں ہے

نبیؐ بوجہ اُس کا دوش اوپر سنبھالا
ہوا رتبہ امامت کا دو بالا

قلا خیبر اٹھایگا تر اشور
ید اللہ نے دکھایا معجزا زور

قلا گھر توڑ کر ڈالی لڑائی
ہزیمت کافراں خندق پہ کھائی

قضا کے راج کی صنعت گری دیکھ
نبیؐ کے گھر کی یہ بارہ دری دیکھ

خدا کے نور کا مت کر سمندر
یہی چودہ رتن کاڑے ہیں باہر

اگر فہمیدہ حکمت آشنا ہے
اسی نسخے میں چودہ بتیا ہے۔

نبی کی آل پر سیں وار جانا
اسی بارہ پُلے سیں پار جانا

نصرتی

دکھنی، متوطن بیجاپور موسوم بہ تخلص نصرتی کہ نسخہ مدالت بہ زبان ہندوی بہ نزاکت تمام و مضامین پر سرانجام ترتیب دادہ۔ چنانچہ از بادشاہی

ے

خطاب ملک الشعرائی یافتہ در تعریف زلف و دست خوب از ریختہ اوست سہ

جب سے چھپایا تو نے تری زلف کی گڑی[1] ۔۔۔ تب میں نوی[2] کی یک نہی انی[3] رہے پڑی

دو تانیاں[4] کا ہار نہ تھا ناف کے اوپر ۔۔۔ زمزم کی جیوں کو[5] لگی تھی رہٹ[6] کھڑی

از ریختہ احقر خواجہ خاں سہ

زلف خم ہو کے لٹک جان کے سب کان میں آ ۔۔۔ مو بمو کھول کہے حال پریشاں میرا

و از نصرتی در تعریف مدمالتی از قصہ مذکور است

اِتنے[7] نرم و نازک رنگیلی کے پانوں ۔۔۔ اٹھے جیب[8] پر نقش لینے میں ناؤں[9]

---

[1] پیچ [2] ؟ [3] گرہ [4] ؟ [5] کنواں [6] چرخی [7] اتنے [8] زبان [9] نام

شاعرے بود فصیح البیان و از زمرۂ دکن زبانان شیریں زبان با حاکم کرناٹک قرابت قریبہ داشت و ہرچہ پیدا می کرد نصف آں برائے خرچ فقرا می گماشت۔ اشعار او اکثر مضامین تازہ دارد و معنی بیگانہ را بہ الفاظ آشنا می سازد۔ اگرچہ الفاظش بطور دکھنیان بزبانہا گراں می آید اما خالی از لطف و لذتے نیست نقلیست کہ روزے شاہ میر نام فقیرے نزد نصرتی آمدہ سوال کرد نصرتی چیزے باو داد۔ فقیر پرسید کہ شعرے از اشعار خود بخواں۔ نصرتی ایں بیت را کہ ہماں روز بہ فکر آوردہ بود خواند سہ

نہ بولا ہے نہ بولے گا کدی[10] کو ۔۔۔ زمیں کی زلف میں بولا ندی کو

فقیر بداہتہً بجواب او خواند سہ

نہیں ظاہر کئے چیتی ہوسے کو ۔۔۔ زمین کی (۔۔۔۔) بولا ہوں کے کو

نصرتی ہم برآمد و شاہ میر را تا سہ روز بہ چاہ آویخت۔

(چمنستان شعر صفحہ ۳۲۲)

ولی (۲)

ولی - ولی محمد - احمد آبادی - عجب فکر رسائے داشت و دیوان دلچسپ رنگینے طرح نمودہ - اکثر اوقات خود در طلب علم گزرانیدہ - در بلدہ دار السرور برہان پور نیز مدتے سکونت داشت و بجانب میاں سید معالی کہ از مشائخ زادہ ہائے گجرات بود میل تمام داشت دیوان مشہور و معروف دارد - آخر عمر در گجرات وفات نمود در ریختہ۔

۱- ولی شاعر ریختہ از خاک اورنگ آباد است - می گویند کہ در شاہ جہاں آباد دہلی نیز آمدہ بود - بخدمت میاں گلشن صاحب رفت - و از اشعار خود پارہ خواند - میاں صاحب فرمود این ہمہ مضامین فارسی کہ بیکار افتادہ اند در ریختہ خود بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت از کمال شہرت احتیاج تعریف ندارد و احوالش کما ینبغی معلوم من نیست (نکات الشعرا صفحہ ۹۴)

۲- ولی مظہر کمالات خفی و جلی محمد ولی بود - دکن چہرہ مستی افروختہ [؟] بہ ہوشعور دولت معنی اندوختہ کماں چند سخن را بہ نیروے فکرت کشیدہ تا بہ گک [؟] اندیشہ اش بہ ہدف معنی رسیدہ - ہر چند اشعار آبدارش زیب سفینہ لیل و نہار است و گوشوار مسامع سخن سرایان روزگار لیکن بنا بر المرقم (؟) بہ تحریر بیتے چند بہ ایجاز و اختصار پرداخت

(تذکرہ فتح علی گردیزی قلمی)

۳- شاہ ولی اللہ ولی تخلص شاعرے است مشہور مولدش گجرات است گویند بہ نسبت فرزند شاہ وجیہ الدین گجراتی کہ از اولیاے مشاہیر است افتخار داشت در سن چہل و چہار از جلوس عالمگیر بادشاہ ہمراہ میر ابو المعالی نام سید پسرے کہ دلش

خوبی اعجاز حسن یار اگر انشا کروں | بے تکلف صفحہ کاغذ پہ بیضا کروں
جیوں نسیم اب لگ بہ کہ روحی مجھے حاصل ہیں | کس طرح اس غنچہ بند قبا کو وا کروں

فریفتہ او بود بجہاں آباد آمد۔ گاہ گاہ بزبان فارسی دو سہ بیت در وصف خط و خالش می گفت چوں در آنجا بہ سعادت ملازمت حضرت شاہ گلشن قدس سرہٗ مستعد بہ گفتن شعر بہ زبان ریختہ امر فرمود و ایں مطلع نغز موزوں کردہ حوالہ او نمودند۔

خوبی اعجاز حسن یار گر انشا کروں | بے تکلف صفحۂ کاغذ پہ بیضا کروں

بالجملہ ہمیں تقول زبان ایشان سخن ایں با یا چناں حسن قبول یافت کہ ہر بیت دیوانش روشن تراز مطلع آفتاب گردیدہ در ریختہ رلتے (؟) بہ فصاحت وبلاغت می گفت کہ اکثر استادان آں وقت از راہ ہوس شعر ریختہ موزوں می نمودند۔

(مخزن نکات ص ۱۰)

(۴) محمد ولی ولی تخلص شاعر والا اقتدار و سخن سنج شیریں گفتار است۔ رتبہ سخن ریختہ در زمانش باوج کمال رسیدہ و بازار ایں زبان آمیختہ در دور او گرم گردیدہ۔ اگرچہ در از منہ ماضیہ موزونان ایں جا شعر را بہ زبان ریختہ گفتہ اند اما صاحب دیوانے بایں متانت و فصاحت از کتم عدم سر نکشید و شعرائے سلف چند طوطی شکر مقال بوستان سخندانی اند لیکن چنیں بلبل ہزار داستان بگوش نہ رسید۔ آرے والی ولایت نازک خیالی و شہنشاہ ملک و خوش مقالی است چنانچہ می گوید۔

اس شعر کی یو طرح نکالا ہے جب ولی | یو اختراع دیکھ کے ہے دل میں سب عجب

و نیز می گوید

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اے ولی | لیکن نہیں بولا ہے کوئی اک شعر خوش تر زیں نمط

ہندوے زلف پریرو پریشانی فروش　　　بیچ دیوے مجھ کو سودے میں اگر سودا کروں

مولد او خاک پاک اورنگ آباد ست۔ چوں اکثر بہ گجرات در درگاہ حضرت شاہ وجیہہ الدین قدس سرہٗ کسب علم کردہ و در نیلی گنبذ متصل گرہ مدفون گشتہ مردمان نسبت او بگجرات کردہ غلط محض۔ قصیدہ سیزدہ اشعار کہ در اشتیاق گجرات گفتہ بدیوان او در نظر رسید مطلعش ایں است۔

گجرات کے فراق سے ہے خار خار دل　　　بیتاب ہے سینے میں آتش بہار دل

مردمان نقل می کنند کہ در سورت آمدہ بود و چندے در حل اقامت افگندہ احرام بیت اللہ بربست و زیارت حرمین شریفین نمود۔ مثنوی او در تعریف بندر مبارک سورت قریب یک صد بیت بہ ملاحظہ افتاد در انجا می گوید۔

بھری ہے سیرت و صورت سے سورت　　　ہر اک صورت ہو وہاں انمول مورت

ختم ہے امرداں پہ رو صفائی　　　ولے ہے بیشتر حسن نسائی

سبھا اندر کی ہے ہر اک قدم میں　　　چھپا اندر سبھا کو لے عدم میں

شخصے معتبر با فقیر نقل می کرد کہ روزے یکے از شعرائے دکن کہ صیت سخنش در اطراف عالم حالا بلند است برکنار آب نشستہ بادہ پیمائی می نمود و دیگر ارکان مجلس ہم بقدر مرتبۂ خود داشتند۔ در شب مہتاب مائل تماشا بودند۔ خصوصًا فقیر در گوشہ تنہا استادہ نظارہ می کرد کہ ناگاہ شاعر مذکور در حالت سکر بادہ پیمائی آغاز نہاد و کلمات پوچ از زبانش سرزدن گرفت تا بہ ایں در رسید کہ ولی چہ طفل بود و چہ بادہ گوئی نمودہ کہ مردمان بدو تحسین می کنند۔ من چنیں معانی نازک و الفاظ دلچسپ در شعر خود درج کردہ ام

کیا کہوں تجھ قد کی خوبی سرو عریاں کے حضور
خود بخود رسوا ہے اس کو پھر کے کیا رسوا کروں

اما قدرداں کو اگر دریں زمان ولی می بود از طپانچہ رخسارش سیاہ می کردم تا دعوی رنگیں بیانی نہ کند۔ ہاں بیارید دیوانش را تا از آب فروشویم چنانچہ خادم او بہ موجب امر دیوان ولی را بیاورد و تمام ورق ورق او در آب شناور نمود۔ قصہ کوتاہ چوں صبح شد و آں خمار نشہ از سر بیرون رفت دیوان را طلبید کہ دیوانِ تصنیف خود کہ با خط خوب و جدول طلائی تحریر کنانیدہ بود بہ شب از غلطی بشوئیدن آمد و دیوان ولی ہم چناں محفوظ ماند لاچار از وقوع ایں امر عرق خجلت بر آمد و سخن را بہ لب آشنا نہ نمود و بہ تنہائی سیر الحاج بہ درگاہ کریم کارساز کہ شکنندہ غرور ہر متنفسے است فرود در آمد۔ اما آنانکہ اہل مجلس او بودند واقف ایں رمز اند راست و دروغ برگردن راوی۔ محرر سطور بہ موجب اقرار راوی بہ بیاض رساند و اللہ اعلم۔ کلیاتش دو ہزار و سی صد ابیات بہ نظر رسید

(چمنستان شعراص ۱۰۴)

ہ۔ ولی دکھنی شاہ ولی اللہ۔ اصلش گجرات و در شعرائے دکھن مشہور و ممتاز است۔ گویند در زمان عالمگیر بادشاہ بہ ہندوستان آمد مستفید از شاہ گلشن گردید از مشاہیر ریختہ گویان اول کسے است کہ دیوانش در دکھن مشتہر و مدون گشتہ۔

(گلزار ابراہیم قلمی)

پہنچتی ہے کعبۂ مقصود کو کشتی چشم — فیض سوں انجھوں[1] کے دریا کو اگر پیدا کروں

آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے ولی — سرو قد کو دیکھ سیر عالم بالا کروں

ولہ ریختہ

نشہ بخش عاشقاں ہے ساقیِ گلفام ہے — جھلکے انکھوں کا تصور بیخودی کا جام ہے

کھولنا زلفوں کا مجھ دل کا رہیں اے خوش منش — اک نگاہ ناز تیرا دو جہاں کا دام ہے

آفتاب آتا ہے محرم ہو کے تجھ کوچہ طرف — صبح صادق اس کے بر میں جامۂ احرام ہے

دل کو جمعیت ہے جب جاتا ہوں دنبال صنم — آرسی کے ساتھ میں سیماب کو آرام ہے

جس صنم کی سرکشی کا جگ[3] میں ہے صیت بلند — شکر حق وہ کافر بدکیش میرا رام ہے

مت قدم رکھ اس طرف اے زاہد خلوت نشیں — غمزۂ خونخوار ظالم دشمن اسلام ہے

اے ولی کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج — یاد ان انکھوں کا مجھ کو روغن بادام ہے

---

(۳) اشرف

محمد اشرف۔ اشرف تخلص۔ گجراتی۔ بلا واسطہ شاگرد ولی محمد۔ طبع رنگینی داشت۔ شعرش در نواح گجرات شہرت دارد و دیوان لطیف تصنیف نمود۔ اشعار اوست ع

ہوا ہوں بستۂ زلف سجن[4] شکن کی قسم — ہوا ہوں صید رم منہرن[5] ہرن کی قسم

پتنگ وار ہے دل جب سے شمع رو پہ فدا — اگن میں شوق کے جلتا ہے تن لگن کی قسم

---

۱ آنسو ۲ آنکھ ۳ دنیا۔ زمانہ ۴ معشوق ۵ معشوق

پیا[1] ! دیکھا جو تیرے جام چشم کی گردش — ہوا ہوں شوق کی مئے سے مگن نین کی قسم

پڑا ہے خاک من[2] تجو برہ[3] کے کوچہ میں — ہے پائمال ترا اے سجن چرن[4] کی قسم

یہ شعر سن کے کہے ہیں صد آفریں اشرف — تمام شاعر ملک دکن سخن کی قسم

(۴) رضی

محمد رضی۔ رضی تخلص نیز متوطن احمد آباد از شاگردان رشید ولی محمد ہم در آں جواب ریختہ محمد اشرف مذکور موزوں ساختہ۔ جوان خوش طاہر بودہ از ریختہ

خراب نرگس مستانہ ہوں نین کی قسم — برنگ بلبل دیوانہ ہوں چمن کی قسم

جمال انجمن آرائے شمع رخ پہ ترے — شب وصال میں پروانہ ہوں لگن کی قسم

عذاب روز قیامت میں کچھ نہیں پروا — شہید خنجر جانانہ ہوں کفن کی قسم

پیا کی چشم کی وحشت کو دیکھ جیوں مجنوں — شکار دامن ویرانہ ہوں ہرن کی قسم

دیکھا ہے جب سے رضی پیچ و تاب طرۂ یار — مزار خاک ہے جیوں شانہ ہوں شکن کی قسم

(۵) مزمل

میر محمد مزمل۔ مزمل تخلص۔ منصبدار باشندۂ شاہ جہاں آباد۔ مرد صاحب کمال و فکر عالی داشت در زمان محمد شاہ بادشاہ در قید حیات بود۔ ہمانجا وفات یافتہ اشعار مشہور و معروف دارد اکثر بہ طرف ذو معنیین طبعش راغب چند شعر از او مرقوم گردیدہ ریختہ

جان آنکھوں سے نکل کر رو گئی — جان گئی تھی سات جن کے سو گئی

---

[1] معشوق [2] مانند [3] فراق [4] قدم پاؤں۔

اب کہاں رہے گا شگوفہ کا بہار | سیر کو گلشن میں خنداں رو گئی
چشم بلبل آب جو جاری کرو | ہر چمن میں مہر کی گل بو گئی
قرض حسنہ لیکے شبنم سے انجھو | پھول کلیاں جھاڑ پر رو دھو گئی
من ہرن میرا مزمل رم کیا | دشمنوں کے دل کی چیتی ہو گئی

ولہٗ

اس سناری سیمبر کے کیوں کے جاوں ہات میں | زرگری کرکر بچھار کھتی ہے کانٹے بات میں

ایں نیز از شعر او ریختہ۔

آنکھ لاگی سو گیا سونا نہ تھا | ہو گیا وہ کام جو ہونا نہ تھا
راز دل آنکھوں نے سب ظاہر کیا | ہائے کیا رو دیا رونا نہ تھا
بول میٹھا اس شکر لب کا تمام | زہر تھا یو صرف مٹھلونا نہ تھا
کیوں کماں ابرو سے مل رسوا ہوا | چلہ کش کو کیا مگر کونا نہ تھا
میں نہ کہتا تھا مزمل دل نہ دے | نقد ایسا رایگاں کھونا نہ تھا

مزمل۔ محمد مزمل خاں، معاصر میاں آبرو بود، در سخن تلاش معنی تازہ می نمود گویند در اواخر عمر جنونے بر مزاجش طاری شد و اختلالے در حواسش ساری۔ آخر باستغنائے نوکری و ترک ملازمت ارباب دول پرداختہ در شاہ جہاں آباد بہ زاویہ خمول ساختہ بعد چندے نوائے از جہی شنید و رخت بہ سرائے خاموشاں کشید۔
(تذکرہ فتح علی گردیزی)

۲۔ چمنستان شعرا میں بھی اس کا ذکر مذکور ہے مگر من و عن وہی جو فتح علی کے ہاں ہے

(۶) حشمت

میر محتشم علی خاں حشمت تخلص۔ منصبدار از عمدہ نجباے اہل ہند کہ در عصر محمد شاہ شعر بہ غایت رندانہ و حریفانہ گفت۔ در دہلی وفات یافتہ۔ دو مخمس از او مرقوم گردیدہ

مخمس

سب جان اور جہان کا خداوند ہے الہ — اس کے سبھی ہیں سرخرو اور سار رو سیاہ
اے اہل زہد مستوں کو اس سے ہے اور راہ — دیکھیں تو تم ثواب کرو ہم کریں گناہ
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

مستوں کا تم سب سیں جدا گھاٹ اور ہے — ہفتاد اور دو راہ سیں یہ باٹ اور ہے
سودا جہاں ہمارا ہے وہ ہاٹ اور ہے — دوزخ ارم دسے ہے پرے ٹھاٹ اور ہے
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہد عبث نہ رکھو میکشوں کو نام — دیکھیں تو کس کو ساقی کوثر پلا دیں جام
ڈنکا بجا کے کون ارم میں کرے مقام — دیکھیں تو کون مقتدی ہووے کون ہو امام
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہدو بہت نہ کرو شور بس کرو — اپنی کتاب کے تئیں تم طاق پر دھرو
سب بندے ہیں خدا کے آپس مل بھرو — بے ہیچ آج مستوں سے مت اس گھڑی لڑو
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہدان خشک تمھیں فخر ہے ریا — تسبیح لیکے مت کرو مستوں کو بددعا
ہم ہینگے سینہ صاف تمھیں سب میں باصفا — یارو ہمارے بیچ نہیں کوئی جز خدا

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

دونوں جہاں شاہِ نجف کے ہیں ہم گدا — گو مست ہیں دوانے ہیں بے خود ہی بینوا
کہتے ہیں سب میں آنکھ ملا صاف برملا — ہفتاد و دو طریق سنو ہم سیں یہ صدا

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ہم مست ہیں ازل کے نہیں اور کچھ خیال — ہو وینگے کل کو ساقیِ کوثر سے ہم نہال
کہتے ہیں سب میں صاف یہی بازبانِ حال — اے اہلِ خانقاہ کرو ختم قیل و قال

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

تسبیح اور نماز ہے زاہد کا روز کام — افیون اور شراب میں ہم مست ہیں مدام
آخر کے تئیں خدا سیتی ہم ہونگے ہم کلام — دیکھیں تو تم حلال کرو ہم کریں حرام

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

گر شیخ اور برہمن جپتے ہیں اس کا نام — ہر آن ذبح کرتے ہیں مستوں پہ اہتمام
بیکنٹھ اور بہشت کا نت ہم کو ہے پیام — ہے شیخ کو سلام برہمن کو رام رام

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

میخانہ کی جو راہ کا حشمت شہید ہے — رندوں کا پیر پیرِ مغاں کا مرید ہے
اے اہلِ زہد ہم کو تماشائے دید ہے — تم جس کو حشر کہتے ہو وہ ہم کو عید ہے

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ولہ مخمس

انسان کا تھا کام جو آدم کہا گیا — انسان کو ازل سیں ابد لگ گنا گیا
انسان کارخانہ کا عالم بنا گیا — سب کچھ بنا کے اب ہی آپ لوبھا گیا

انسان کے گھروندے میں ارض و سما تک — انسان کا خیال ہی جن و پری ملک
انساں کی بات بہت بڑی ہی سوں لگ — معراج کے جو پردے میں اندر کی وہ جھمک
احمد بھی دیکھ احد کا دامہ بجا گیا

انساں کی ہر کہانی جو تم پڑھتے گنتے ہو — یہ روئی اسی بنولے کی ہے جس کو دھنتے
اس تار کو نہ توڑو جسے تانا تنتے ہو — حق کا سخن بلند ہے یارو جو سنتے ہو
منصور اسی پنواڑی کو سولی پہ گا گیا

آپ ہی تھا آپ ہی ہی ہے وہی — ایک ہی ہے بھر رہا ہے وہی تو نہ کہیو
دل کو مصفا کرکے جو کچھ کہہ سکے تو کہہ — بہتر تو یوں ہے کچھ نہ کہہ انساں کو دیکھ رہ
جب آئینہ سا صاف ہو سب کچھ سمجھ میں آگیا

۱۔ میر محتشم علی خاں حشمت تخلص سید صحیح النسب بود۔ سپاہی عمدہ روزگار شاعر خوب فارسی و ریختہ فہمیدہ، سنجیدہ، باہمہ بہ عجز و انکسار پیش می آید جنسے بود کہ در دل ہمہ کس جاے او خاست از خاک پاک دہلی بود در مغل پورہ سکونت داشت۔ برادر کلاں او کہ میر ولایت اللہ خاں باشد از متعینات روزگار است دیر یست کہ ترک روزگار کردہ خانہ نشین است۔ گاہے فکر شعر ہم می کند۔ بر فقیر شفقت و عنایت بسیارے می کند خدا در حفظ خودش نگاہ دارد و آں مرد از نامردئی روزگار ناہنجار فوراً فوت شد۔ خدایش بیامرزد (نکات الشعرا صد ۶۵)

۲۔ نکتہ سنج والا فطرت سید محتشم علی خاں حشمت۔ مردے سپاہی پیشہ درست اندیشہ بود گوہر اصلش از بدخشاں است و لعل رنگین خیالش بغایت رخشاں سخنش دل پسند است

انساں کا نور محض بتایا ہے آپ کو ایجاد آدمی سے لکھایا آپ نے
چھپنے تعین میں ہو کے چھپایا آپ کو پھر آپ ہی آپ پاس گنوایا آپ نے
دیکھو تو کیسی وضع سے آپ آ چھپا گیا

اس نور سرمدی کا محمدؐ خطاب ہے اس نور کا ظہور علی آفتاب ہے
اس نور کا حسین و حسن انتخاب ہے اور کیا کہوں سبھوں کی بغل میں کتاب ہے
ٹک کھول کھول دیکھو تو کیا کیا لکھا گیا

اور کیا کہوں میں اس بہ عالیجناب میں ذرّے کو کیا جو کہہ سکے کچھ آفتاب میں
دریا جھلکتا ہے کوئی دم حباب میں اس فرصت قلیل کو پایا دوں حباب میں
میں اس میں گم ہوا کہ وہ مجھ میں سما گیا

و فکرش بلند۔ بہ کمال خوش خلقی د فراغ خوشدلی زیست می کرد و بہ وسعت حال می گزرانید دیوانش فقیر سیر کردہ و چشمے آب دادہ۔ حقا کہ دراں تلاش معنی تازہ کردہ و الفاظ رنگین برروے کار آوردہ است۔ احیاناً ریختہ ہم می گفت (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ محتشم علی خاں حشمت تخلص می کرد۔ اصلش از شاہ جہاں آباد است پدر بزرگوارش میر باقی نام از مردمان مشاہیر بود۔ گاہ گاہ دو سہ شعر ریختہ و فارسی باکمال تازگی می گفت و در سلک ہر مصرعش گہر معنی نایاب می شگفت۔ قبل ازیں ہفت سال بہ مرگ دفعتہ از جہاں رفت۔" او تعالیٰ رحمتش کناد (مخزن نکات صفحہ ۳۰)

۴۔ چمنستان شعرا میں نکات الشعرا کی عبارت تمام و کمال نقل کر دی گئی اور کوئی نئی اطلاع نہیں۔ (س۔م)

جو وہ نہ ہوتا کچھ بھی نہ ہوتا قرآن میں	واللہ بھر رہا ہے وہی جسم و جان میں
یہ بات ہے نبی کی ولایت کی شان میں	جو تھا خدا کی راہ کا منصف جہان میں
صلوٰۃ بر محمد کہتا چلا گیا

(۷) مضمون

مضمون عجب شاعر متوکل بودہ، متوطن احمد آباد۔ اوست وعبد ایہام ریختہ اوست ؎

پھر کر کوئی کہے اس راہ سیں	کیوں نکلتا نہیں کبھی اس راہ سیں
چھوڑ دے گا آخر اپنی مان سب	کیا نہیں ڈرتا ہے تیرآہ سیں
شرم سیں پانی ہو سب جاویں رقیب	گر مرا یوسف ملے آ چاہ سیں
اس گدا کا دل لیا دلی نے چھین	جا کہو کوئی محمد شاہ سیں
اے صنم مضموں تو بندہ تھا ترا	کیوں بھلایا اس کو عشق اللہ سیں

۱۔ میاں شرف الدین مضمون تخلص مردے بود۔ نوکر پیشہ، متوطن جاجیؤ کہ قصبہ است متصل اکبرآباد۔ حریف ظریف بشاش بشاش ہنگامہ گرم کن مجلسہا ہر چند کم گو بود لیکن بسیار خوش فکر و تلاش لفظ تازہ زیادہ۔ دیوانش بر ہمہ جہت دو سہ صد بیت خواہد بود از شروع جوانی بہ شاہجہاں آباد آمدہ در زینت المساجد سکونت داشت۔ آخر الامر ہمیں جا فوت کرد۔ از احفاد حضرت شیخ فرید شکر گنج بود نور اللہ مرقدہ چنانچہ می گوید ؎

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید	کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

شاگرد خان صاحب سراج الدین علی خاں صاحب است چو دندان او بہ سبب نزول

افسوں سے عاجھٹ پٹ لیتی ہو کھٹ کو اٹکا کس ساحروں سے سیکھا زلفوں نے تیری لٹکا
تجھ خسرو جہاں کا ہے شور مرد و زن میں فرہاد اپس کو چیرا شیریں نے سر کو پٹکا

ہمہ افتادہ بودند (نکات الشعرا ص۱۶)

۲۔ بر مشاہدۂ معنی مفتون شیخ شرف الدین مضمون از شعرائے قرار دادہ ریختہ است مشق سخن از مرزا مظہر و خان آرزو کردہ۔ از نبائر حضرت گنج شکر است چنانچہ گوید ؎

کریں کیوں نہ شکر ابوں کو مرید کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

با وصف برودت پیری و فرط ضعف و ناتوانی ہا مردے بود نہایت گرم جوش و چسپاں اختلاط۔ ہر گاہ وندانش ریختند چناں آرزو از ملاح شاعری وانہ می گفت بہر حال شعرش خالی از تراکت نیست (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ شرف الدین مضمون تخلص از فرزندان حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ سرہٗ بہ جمیع صفات موصوف و بہ محاسنات معروف بود۔ مولدش جائے است در نواح گوالیار کہ اورا جاجیو می گویند چوں سن شریفش از چہل متجاوز گردید دست از قید علایق برداشت و قدم دراہ آزادگی گذاشت۔ لب دریا مسجدے است مسمی بہ زینت المساجد اورا مسکن خود قرار دادہ بہ توکل می گزارند بسکہ ملیح و خوش صحبت بود اکثر انمردم بجا آخر روز بطریق سیر در حلقہ مجلس وارد می شدند چنانچہ سعدی گوید ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں مردم و مور و مرغ گرد آیند

بہ وقت موعودہ سر در پردۂ اختفا کشید و بہ عالم قدس ساس گردید خدایش سامرز شعر ریختہ را بہ تلاش الفاظ و معنی تازہ می گفت۔ (مخزن نکات ص۱۲)

۴۔ شیخ شرف الدین مضمون شاعر یست زود رس و سخن پرور یست معنی رس

تجھ بیوفا کے کارن سب سیں جدا ہوا ہوں — میں جیتا جاتا ہے خالی جو تو پرے ہی بھٹکا
مت مل رقیب سیتی میں بارہا کہا ہوں — ڈرتا ہوں اس دکھوں سے جاتا ہی جان سٹکا
چھپ کر مخالفوں سے آ اس طرح پلنگ پر — جو کوئی سے نہ جانے تیرے قدم کا کھٹکا
دیکھ اس کی بیوفائی ہٹتا ہے کیوں تو اڑ لے — دلبر وہی بھلا ہے جو ہووے اپنی ہٹکا
پاکارسیٹ اپنا مثل تنور مضمون — اک قرص ناں کی خاطر کیوں تو پھرے ہے بھٹکا

مرا دل تھا ترے گلشن کا مالی — محبت اس ستی تو کیوں نہ ڈالی
نظر آتا نہیں وہ ماہ رخسار — گزرتا ہے مجھے یہ چاند خالی
رقیباں مجھ ستی کرتے ہیں نوکاں — طرح لڑنے کی ان مرغوں نے پالی
کہ اے سیمیں بدن تو رات مجھ سیں — تری دیہی ہے کس سانچے میں ڈھالی
ہوا جگ میں مضمون شہرہ ترا — طرح ایہام کی جب سیں نکالی

مضمون شیرینش شرف بر نبات می دارد وکلام شکرینش مذاق جان را لذت خاص می بخشد
اصلاح سخن از مرزا مظہر و سراج الدین علی خاں آرزو می گرفت وگاہے بہ تفنن گوہر سخن
بہ سلک نظم می سفت چنانچہ دلیل کم گوئی خود می گوید

درد دل سے جس طرح بیمار اٹھتا ہے کراہ — اس طرح ایک شعر مضمون بھی کہے ہے گاہ گاہ

(یہاں سے گردیزی کا بیان نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ) دیوانش بہ جمیع اصناف
قریب سہ صد بیت بہ ملاحظہ در آمد از سخن معلوم می شود کہ از اولاد حضرت شیخ فرید گنج شکر
قدس سرہ است چنانچہ خود می گوید

لب شیریں سے دے مضموں کو میٹھا — کہ ہے فرزند وہ گنج شکر کا

(۸) عبدالرحیم

محمد شاہ بادشاہ علیہ الرحمہ بادشاہ رحمدل رنگین مزاج بودہ کہ احدے در سلطنت اذیت بہ نوع نہ رسیدہ و اہل سماع را نہایت دوست می داشت صاحب سخن بود و طبعش راغب مزاح نیز بود۔ چنانچہ در آں ایام عبدالرحیم نامی از اہل کشمیر حاجی بود و نام خودرا اوٹکریس قرار دادہ ہر کسے کہ شعری خواندی فی الحال در جوابش شعر موزوں بطور تسبیح وملیح ہدیہ میخواند۔ روزے پادشاہ طلبیدہ با یکے از اہل محفل اشارات خواندن شعر نمودہ۔ چنانچہ امیر خاں مرحوم ایں شعر را بر زبان راند ؎

آہ من العشق و حالاتہ	احرق قلبی بحراراتہ
ما نظر العین الی غیرکم	اقسم بالله و آیاتہ

شعر مذکور کہ باتمام رسید اوٹکریس بدیہہ در جوابش خواند ؎

آہ من الاوہ پکاراتہ | از کمرش گرد بچھاراتہ

بند ....

سلطان متبسم شدہ انعامے بخشید او بتاریخ بست و ہفتم شہر ربیع الثانی در سنہ یک ہزار و یکصد و شصت ہجری از دہلی انتقال نمود۔ از ریختہ اوست۔

گنج مخفی کی ہیں کنجی ہے بسم اللہ بن	قفل دل کھلتا نہیں ہرگیا ہمارا آہ بن
رودنیل آنکھوں سے جاری ہے ندی نالے نمط	بادلی ہوگئی ہے یوسف کی زلیخا چاہ بن

(۹) یکرو

یکرو عجیب مرد لطیفہ گو و خوش خلق۔ از شاگردان رشید میر مبارک آبرو باشندہ دہلی است در یک فرد سرانجام بسیار آوردہ و نام پیغمبران علیہم السلام بطور ایہام موزوں ساختہ ؎

محن داؤدی سلیمانی یقین رخ یوسفی ‏ ‏ عیسوی گفتار زلفیں یونسی موسی کمر

میکشو روح ہماری تو کبھی شاد کرو ‏ ‏ شیشہ مے کہیں بھولے تو ہمیں یاد کرو

(۱۰) یکرنگ

یکرنگ مرد درویش صاحب کمال بود از جملہ خلایق ادنئے و اعلئے یکرنگ و یکرو بودہ۔ طبع رنگیں داشت۔ ریختہ ؎

یکرنگ پاس اونہیں کچھ رہی بساط ‏ ‏ رکھتا ہے دو نین جو کہو تو نذر کرے

۱۔ یکرو تخلص مردے بود شاگرد میاں آبرو براحوالش اطلاع ندارم مگر دو سہ مرتبہ در مجالس ریختہ دیدہ ام با آنکہ ہیچمدان فن ریختہ بود ولیکن خود را خود ہمہ دان می شمرد (نکات الشعراء ص ۴۳)

۲۔ عبدالوہاب یکرو۔ شاگرد آبرو است نکرش برجستہ است و شعرش شستہ (تذکرہ گردیزی)

۳۔ عبدالوہاب یکرو شاعر خوش گو و شاگرد میاں نجم الدین آبرو است اشعار دلاویز و سخن ہائے سوز انگیز بسیار می دارد (چمنستان شعراء ص ۲۲۶)۔

پرودے کیوں نہ ہر اک بال میں موتی وہ چھپی
صبح دانتوں کی روشن ہے شب مستی میں جیسی

فایق (۱۱)

کلام فایق فایق است از اکثر شعرائے نواح دہلی ریختہ آزاد است ؎

برنگ نکہت گل قوت جاں ہی یاد گلرو کی ‌‌ ‌‌ ‌‌ شب آرام دل ہی عاشقوں کو یاد اس مو کی
تری نرگس کٹوری اور پتلی اوہر سا لی ‌‌ ‌‌ ‌‌ ملک کے ہاتھ میں ہے مونہہ تیری تیغ ابرو کی

۱۔ مصطفیٰ خاں یکرنگ شاعر ریختہ، معاصر میاں آبرو۔ می گویند کہ بسیار حیاں اخلاط و آشنائے درست بود از احوال او خوب اطلاع نہ دارم (نکات الشعرا ص ۱۸)

۲۔ معنی یاب بے دہنگ مصطفیٰ خاں یکرنگ با آبرو ہم طرح بود و تلاش معنی تازہ نمود۔ رتبہ سخنش بلند است و مایہ شعرش ارجمند (تذکرہ گردیزی)

۳۔ مصطفیٰ خاں یکرنگ معاصر میان ابرو است۔ بخدمت خاں آرزو مشق سخن می کرد ابیات دیوانش ہمگی و تمامی قریب پانصد شعر خواہد بود۔ سوائے ایں کہ نبیرہ خاں جہاں لودھی است و در سلک ملازمان پادشاہ منسلک بود، و دیگر احوالش معلوم بندہ نیست (مخزن نکات ص ۱۷)

۴۔ مصطفیٰ خاں یکرنگ از معاصرین آبرو است شعرش خوش قماش بیکراں می دارد و طبیعتش عالی تلاش فرحاں می نماید۔ گویند کہ ذہن رسا داشت و با ہر کسے طریق احسن سلوک می گزاشت۔ یکرنگی اخلاصش از تخلص او پیدا و خلق محمدی از نامش ہویدا است (چمنستان شعرا ص ۲۲۳)

(۱۴) حاتم

حاتم۱ محمد حاتم، باشندۂ حضرت دہلی مرد صاحب ہمت و طبیعت عالی دارد و بخل در داد شعر ہرگز نہ کردہ و دریں امر کہ فی الحقیقت سخن درست بہ مشاجرت گوئی از حاتم بردہ صرفہ نہ دارد۔ چنانچہ مثنوی اور در صدر کتاب قلم شد ریختہ از دوست ؎

مت پریرویاں ہمارے دل کو دیوانہ کرو
دردمندوں کے جگر کی آہ ٹک جانا کرو

زلف خوباں میں جو چاہو ہو نگاہ کی دسترس
پنجۂ مژگاں کے تیں اپنا بنا شانہ کرو

شمع رویوں کی لگن میں جل کے خاکستر ہوا
عشق کے کشور کا میرے نام پروانہ کرو

پیر جیا ہو تو آکر رشتۂ اخلاص میں
چھوڑ دیو تسبیح و اپنے من کے تیں دانا کرو

دوستوں کے حق میں دشمنوں کی بات کو
تم ہستی کہتا ہے حاتم سن کے مت مانا کرو

ولہ

کا فرلیتا کیوں کرے ہے ہم سے ہو کر رام رام
حال میرا دیکھ لے گر لطف اے خود کام کم

دور میں تیرے غمزن کی بہت ہے عالم رام
کیوں نہ ہوا عشق غم سی سرگرداں لیکر جام جم

کیا ہوا گر پیچ کھا کھا دل میں گھٹتا ہی گرہ
تا کیا اس میں جو مارے زلف میں لام دم

۱۔ شیخ محمد حاتم حاتم تخلص شاہجہاں آباد است، می گوید کہ من با میان آبرو ہم طرح ابودم مرتیب جاہل و متمکن و مقطع وضع، دیر آشنا اغماز دارد۔ دریافتہ نمی شود کہ این رنگین بسبب شاعری است کہ ہیچ من دیگرے نیست یا وضع او ہمیں است۔ خوب است تا را

جو صدا آتی ہے باتوں کی تیری مجھ کان میں | ہے اُس سخن تیرے کے تئیں الہام ہم
جیوں کہا قاصد نے چل حاتم بلایا ہے تجھے | دل سیتی جاتا رہا سنتے ہی یہ پیغام غم

(ولہ)

خلق کی گریں آنکھوں میں پڑے ہیں پھولے | تو بھی دیکھی ہے جسے اس کو گئی ہے رو لے
دل شگفتہ ہو مرا گل کی نمن شادی میں | نازنیں غنچہ دہن ہنس کر اگر ٹک بولے
دل عالم کو گرفتار کرے پیچوں میں | گرہ زلف اگر مکھ میں پریرو کھولے
نہ گھٹے ایک رتی وزن میں الماس تا | گر مرے من کو جو سو من کے برابر تولے
دو دھرے عشق کے میداں میں قدم کہ حاتم | ہات اپنے کو جو کوئی خون جگر سے دھولے

(ولہ)

تجھ بن جان نہ تھی جان مری جان کے بیچ | آن کے پھر کے جلایا تو مجھے آن کے بیچ
ایک دن ہات لگایا تھا ترے دامن کو | اب تلک سر ہے خجالت میں گریبان کے بیچ
ہوئی زبان لال ترے ہاتھ سے کھاتے بیڑا | کیا فسوں پڑھ کے کھلاتے تھے مجھے پان کے بیچ

ونیز مثنوی ایہام در تعریف حقہ بہ عجب پیچ و تاب بستہ از دست

تنبا کو کو نہ حیا تو کیا سبب ہے | ملا ہے گر ملیں اور کیوں گڑ طلب ہے
طلب ہے گڑ کی اس کو اس سبب سین | ملا دے گر اسے لاسن کے لب سین

بانیا چہ کار۔ شعر بسیار دارد۔ دیوانش تا ردیف میم بدست آمدہ بود، و پارہ اشعار آں نگاشتہ می شوند۔ با من آشنائے بیگانہ است (نکات الشعرا ص ۹۰)

۲۔ اسرار معنی را ملہم محمد حاتم حاتم۔ برجو وی چند وسیاہ مستانہ می رود

لاجب گڑ گڑا کو نام پایا — ہر اک تے چاہ کر تب منہ لگایا
کہے حقہ تنبا کو کیوں جلے ہے — کہ گنگا جل ترے پاؤں تلے ہے
اگن کو اب نئے بن لے بجھاوے — وگرنہ باعث جلنا بتاوے
تنبا کو نے کہا حقہ سے جل کر — برہ کی بات ہے سن تو سنبھل کر
اگن میں جان کر جو جی جلاوے — چمن میں عشق کے تب گل کھلاوے
مری سنگت سے آتش تاب نے ہے — اگرچہ نام اس کا آب نے ہے
اگن میں پھول اور ڈنڈی ہے جل میں — گل خورشید ہے مثل کنول میں
کنول میں کوئلہ مثل اسو بھر ہے — بھنور پر ہنپا سرپوش زر ہے
نا حقہ نے تنبا کو کا احوال — جگر کے خون سے رو رو کر بھر آتا ل
کہا نیچے سیتی سو از و سات — کہ ہنیا کام ہم سب کا ترے ہات
یہ سن من مار ہنپا پیچ کھا کر — جبیں پر چیں چڑھا سینہ دکھا کر
کہا نے سیں کہ نے سب کی خبر رکھ — اپس کے دل جلوں اوپر نظر رکھ
پیا ہو بھسم بان جھمر بلایا — کرم کر لے کے ہنپا سو منہ لگایا
لگا وہ لب سیتی یکدم میں پی نے — عزیز اب کر دیا عالم میں پی نے
لگا مہتال تب حق حق پکارا — کہ جیوں منصور پھر آیا دوبارا

زلو و بورش شاہجہاں آباد است و طبع صرفش نقد و طلب سخن را نقاد۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۲۔ محمد حاتم۔ حاتم تخلص۔ ہم صحبت میاں مضمون و آبرو است اصل و منشاء شاہجہان آباد است و در روزگار سلطنت محمد شاہ بادشاہ منصب ندیمی و خدمت بکاولی نواب عمدۃ الملک مغفور پایہ امتیاز داشت۔ بعد فوت او توکل روزگار منود باکمال آزادگی می گذراند۔ کلیاتش ضخیم است

نہ حقہ میں صدا ہے سرسری جان کنھیا ہات گویا بانسری جان
بجا یہ حقہ و نیچے میں لے ہے چو مطرب ہات چھلے وارنے ہے
نہ نے پر سالوی برہانپوری ہے کہ جیوں کالے پہ کالی کیچلی ہے
نہیں حقہ مگر افغان لپہ ہے کہ چیرا کو چلم کا سر اوپر ہے
زری کی انیڈوی حقہ کی نیال رہے ہو رات دن مانند غلمال
کمند دست محبوباں یہی ہے انیس و ہمدم خوباں یہی ہے
یہی ہے یار یارو دل جلوں کا یہی ہے درد میں ساقی سبھوں کا

و ابیات دیوانش قریب چہار ہزار بیت از نظر گذشتہ۔ شعر خوب جستہ جستہ می برآید۔ حق تعالے سلامتش دارد (مخزن نکات ص۲۴)

۴ شیخ محمد حاتم۔ حاتم تخلص عمدہ نکتہ پردازان وعلامہ سخن طرازان است۔ نکات رنگینش تازگی بخش دلہاے محزون و خیالات دل نشینش از نزاکت معانی مشحون۔ اشعار دلاویزش گلدستہ انجمن و بہارستان طبعش اشک افزاے چمن است مثنوی حقہ کہ بہ جعفر علی خاں ترکی محمد شاہ بادشاہ فرمایش نمودہ بود از و دو شعر موزون شدہ دیگر سرانجام نہ یافت شیخ محمد حاتم بہ اتمام رسانید۔ بہ نظر امعان جملہ سی بیت است۔ دراں جامی گوید

کہا نیچے نے یہ سب کی خبر رکھ تو اپنے دل جلوں اوپر نظر رکھ
پیا ہو مہرباں جس دم پلایا کرم کر لیکے نیچا منہ لگایا
لگا منہ نال تب حق حق پکارا گویا منصور پھر آیا دوبارا
نہ حقہ میں صدا ہے سرسری جان کنھیا ہات گویا بانسری جان

سبھوں کو اس کا پینا سود دے گا | دھواں طفلوں کے حق میں دود دیگا
نہ بولے آپ میں جب لگ نہ بولو | کھلے نہ ہیچ جب لگ نہ کھولو
بہت سا جگ میں حاتم ڈھونڈ آیا | پھر ایسا دوسرا ہمدم نہ پایا

(۱۳) آبرو

میر مبارک آبرو تخلص در ایام محمد شاہ بادشاہ ترک منصب و دنیا کردہ بود متوکل و صاحب دیوان است۔ اشعارش در تمام ممالک محروسہ مشہور و معروف خصوص در دار الخلافہ شاہجہاں آباد مستثنئے وقت است۔

رستم اس مرد کی کہاتے ہیں قسم زوروں کی | تاب لاتا ہے جو کوئی عشق کے جھکجھوروں کی
قادری جب سے سجی بر میں سجن بوٹی دار | عقل چکر میں گئی دیکھ کے چھب بوٹوں کی
لب میگوں پہ سیر سجن کے نہیں خال سیاہ | ڈار ٹوٹی ہے مٹھائی شکر خوروں کی
گانٹھ کاٹی ہے مرے دل کی تری انکھوں نے | دو پلک نیں یہ کترنی ہے گرچوروں کی
قدرداں حسن کے کہتے ہیں اسے مردہ دل | سانولی چھوڑ کے جو چاہ کرے گوروں کی
آبرو کو نیں کم ظرف کی صحبت کا دماغ | کس کو برداشت ہے ہر وقت کے تک تونکی

ولہ

نہیں گھر میں فلک کے دل کشائی | کہاں رہوتی ہے یاں میری رسائی

بقیہ گذشتہ
نہ نے پرسا لوی براہان پوری ہے | کہ جیوں کالے پہ کالی کیہری ہے
بوقت تحریر ایں چند ابیات دیوانے ضخیم از وبدست آمد (چمنستان شعرا ۱۳۴)

کریں جو بندگی بہیں گنہ گار ¹   نرالی ہے بتوں کی کچھ خدائی
تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے   کہے سے ہوتی تم کو ضد سوائی
ذبح کرنے کو ناحق بے کسوں کے   بتا تیری کمر کس نے کسائی
رہیگا نا نو کیونکر آبرو کا   گلی اس راہ کی جب ہاتھ آئی

ولہٗ

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رسمسا ہوا   جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا
کم مت گنو یہ بخت سیاہوں کا رنگ زرد   سونا وہی جو ہووے کسوٹی کسا ہوا
قامت کا سب جگت منے بالا ہوا ہے نام   قد اس قدر بلند تمھارا رسا ہوا

۱۔ میاں نجم الدین عرف شاہ مبارک متخلص بہ آبرو متوطن گوالیار نبیرہ حضرت محمد غوث گوالیاری است نور اللہ قبرہ از ابتدائے جوانی در شاہ جہاں آباد آمدہ چنانچہ مشق سخن ہم اینجا کردہ۔ شاگرد خاں صاحب سراج الدین علی خاں است۔ از چشم پوشی روزگار دجال شعار یک چشمش از کار رفتہ بود۔ شاعرے نادرہ گوئے ریختہ می گویند کہ طبع شوخے داشت غرض مستغنی وقت خود بود کہ عہد محمد² شاہ باشد۔ خدایش مغفرت بکند (نکات الشعرا ص ۹)

۲۔ شمع محفل گفت وگو شیخ نجم الدین مبارک آبرو۔ گوالیر متوطن ان بزم آرائے معنی است و خاطرش گنجینۂ گوہر سخندانی۔ حقا کہ معنی تلاش را بر طاق بلند گذاشتہ و با ستقلال مملکت سخن رایت شاہی افراشتہ در نارنول مدتے بہ رفاقت حضرت ابوی دام ظلہ بسر بردہ و بہ جائزات نمایاں موصول گردیدہ (تذکرۂ گردیزی قلمی)

زاہد کے قد کے خم کو مصور نے جب لکھا ۔۔۔ تب کلک ہاتھ بیچ اتھا سو عصا سا ہوا

زاہد ہے آج مجمع رنداں میں نیم جاں ۔۔۔ خر گوش جیوں کہ بھیڑیں آ ادنا ہوا

یوسف کو اپنے اور گیا کھینچ چاہ سے ۔۔۔ مضمون جذب عشق زلیخا رسا ہوا

اے آبرو او دل سے سمجھ پیچ عشق کا ۔۔۔ پھر زلف سیں نکل نہ سکے دل پھنسا ہوا

ولہ

کیا ادا سے وہ بھوں مٹکتی ہے ۔۔۔ کہ مرے دل میں جا کھٹکتی ہے

زلف کی شان مکھ اوپر دیکھو ۔۔۔ کہ گویا عرش پہ لٹکتی ہے

۳۔ شاہ مبارک تخلص بہ آبرو مردے بود درویش منش قلندر مشرب متوطن گوالیار ... فرزندان محمد غوث ۔ بعالم حسن پرستی اشتہار تمام داشت چنانچہ مثنوی صد و پنجاہ بیت در باب تعلیم آرائش خوباں روزگار بسیار سداخت موزوں کردہ است بالجملہ شعر ریختہ بوضع خود بسیار مربوط می گفت و مشق سخن بخدمت سراج الدین علی خاں آرزو میکرد کہ بالفعل در ... وکمال و فرش متصور نیست حق تعالیٰ سلامتش دارد و زیادہ بریں از کمالات آں بزرگوار ... ہیچداں چہ نویسد کہ شمار قطرہ آب باراں نمودن و مساحت افلاک پیمودن است ۔ ہر چند دماغ ہیچو شخص بہ ریختہ وفا نمی کند لیکن وسعت اخلاقش تا بحدیست کہ شعر میاں آبرو را بہ نظر اصلاح ملاحظہ می نمودہ بلکہ گاہ گاہ و بہ پاس خاطر او خود ہم دو سہ بیت ازیں قبیل می فرمودہ (مخزن نکات ص ۱۲۱)

۴۔ شیخ نجم الدین آبرو آبرو بخش بزم سخن و سرخرو سے معرکہ ایں فن است گلستان گوالیر از آب پاشش سخنش آب و رنگے تازہ گرفتہ و نہال ہستی او مدتے در بار نو

کیا ہوا اگرچہ مر گیا فرہاد　　روح پتھر سے سر پٹکتی ہے

ولہ

کیا قہر ہے پیارے رُخ کا ترے مٹکنا　　پھر قہر پر قیامت اس زلف کا لٹکنا
مُکھ کے نین پیارے اسپند کر جلا دے　　کیوں مارتا ہے نازک رخسار پر جھٹکنا
جس گال کی صفا پر نظریں نہیں ٹھہرتیں　　اس گال پر عجب ہے دل کا مرے اٹکنا
ابرو غلیل تس پر تل کا رکھا غلیلا　　ہر زاغ بوالہوس کا مشکل ہوا بھٹکنا

طراوت پذیرفتہ در معنی یابی بدیواں موزوں خیالی داد سخن میدہد و گلگشت خیابان اشعار کشش انشراح فراواں بہ نظارگیاں می بخشد۔ متانت الفاظ و نزاکت معنیش بر سخن فہمان انصاف درست روشن است۔ اشعار ایہام بسیار میدارد و مرزا رفیع سودا اورا در مقطع یاد می کند و می گوید۔

نہ ملو کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا　　کسے برداشت ہے ناحق اٹھاوے کون تکبر را

می گویند کہ در عہد محمد شاہ بادشاہ تاج زندگی بر سر می داشت مثنوی او متضمن بر ترغیب آراستگی معشوق کہ جلد یکصد بیت خواہد بود بہ نظر در آمد مطلعش این بیت ہے سزا وار شت وہ باکمال　　جلوہ گر جن نے کیا حسن اور جمال

حق کہ شاعر شیریں مقال و معنی یاب متین خیال است دودمان وجود ہستی آوا از چراغ سراج الدین علی خاں آرزو ضیا گرفتہ و لولوے گراں بہائے سخن را بہ نہایت آب و تاب در رشتہ نظم سفتہ منتخب دیوانش بہ نظر در آمدہ۔

(چمنستان شعرا ص ۸)

(۱۴) مظہر

مرزا مظہر جانجاناں مظہر تخلص کہ اشعار فارسی کو ہندی او از بلاد ہندوستان
تا دکھن زبان زد عالم اظہر من الشمس است از اوست

اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ — اس واسطے پڑا ہوں چمن میں ہوا کے ہاتھ

۱۔ مرزا جان جاں مظہر تخلص عزیست مقدس، مطہر، درویش، عالم، صاحب کمال شہرۂ عالم، بے نظیر، معزز، مکرم۔ اصلش از اکبرآباد است۔ پدر او مرزا جان جاں نام داشت از فرط شفقت مرزا جان جاں می گفت۔ ازیں سبب ہمیں اسم موسوم است۔ بندہ بخدمت او رفتہ سعادت اندوز گشتہ است۔ اکثر اوقات در یاد الٰہی صرف می کند۔ خوش تقریر بمرتبہ است کہ در تحریر نمی گنجید۔ دیوان مختصر شعر فارسی او بہ نظر فقیر مولف آمدہ است از سلیم و کلیم پائے کمی ندارد۔ اگرچہ شعر گفتن دون مرتبہ است لیکن گاہے متوجہ ایں فن بے حاصل نیز می شود۔ انعام اللہ خاں یقین و غریب کہ شاعر ریختہ اند از شاگرداں اوید۔ غرض مرزا عجب کسے است (نکات الشعرا صہ)

۲۔ ادا فہم معنی پرور مرزا جان جاناں مظہر اصلش از معمورہ بخارا و مولد و منشائش اکبرآباد۔ اسش بہ شرافت نسب و نجابت (؟) حسب موصوف است بہ مکارم اخلاق شریف معروف۔ حقا کہ ذاتش مظہر تجلیات الٰہی است و مطہر از فیوضات غیر متناہی۔ از مبدء حیات الی یومنا ہذا کہ عمر شریفش بہ پیمانہ اکثر خطوہ ستین از بلند غشتی بہ توکل و انز دلبری برہ واز والا ہمتی سر استغنا بہ بادشاہ و وزیر فرو نساختہ۔ گوشگی منہ فراغت در مربع نشینی چہار بالش عزلت از انجا کہ از علم

جلتا ہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر   سورج کے ہاتھ چوری پنکھا صبا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) فقہ و حدیث نہ حظے وافر دارد و از کتب سیر و تواریخ بہرہ ممکاثر برش از بلند ہمتی بہ شعر و شاعری فرو می آید۔ و ایں شغلہا را سرمایہ افتخار نمی انگارد۔ چنانچہ اکثرے از اشعارش از راہ بے پروائی از صفحۂ خاطر محو شدند و برخے از عدم اعتنا و توجہ بایں فن مہجور ابتر گشتند۔ لیکن چوں عشق سخن سرشتہ لب و سخن امت و ہر معنی جاگزیں دلش کہ از فرط امتلائے عشق معنی ہر گاہ از صحبت صوفیان خانقاہ و مستفیداں خدا خواہ فرصتش دست بہم می دہد متوجہ شغل بے حاصل می گردد۔ و مرزا مظہر فارس دو میدان دو اہا و مملکت بیان است چہ شعر فارسی اش بغایت لطافت و نظم ریختہ اش نہایت عذوبت۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ مرزا جان جاناں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ عالم و عامل عارف کامل سر آمد ارباب تحقیق و پیش رو اہل تدقیق است۔ در ظاہر و باطن مرتبہ رفیع و شانے عظیم دارد در اوایل جوانی کہ مقتضائے آں ظاہر است بہ شعر و شاعری مشغول بود۔ آخر حال خود را از اں اندیشہ باز داشتہ بر سجادۂ طاعت بہ فقر و قناعت می گذراند۔ و ہمیشہ ہمتش مصروف تکمیل اہل ارادت می باشد۔ ایں چند بیت ریختہ وغیرہ تلامذہ ایں فن برائے تعلیم انعام اللہ خاں یقین موزوں کردہ۔ (مخزن نکات ص ۳۴)

۴۔ میرزا جان جاں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ بادہ نوش خمخانہ معنی و جرعہ چش ساغر سخندانی است۔ فقیر ترجمہ احوال آں علامہ سخن پرداز مفصلاً از تذکرہ قبلہ برحق حضرت غلام علی آزاد مدظلہ العالی می طرازد۔ و ایں گلدستہ رنگیں را من افتخار خود بشناختہ زیب انجمن می سازد کہ "میرزا مظہر جان سلمہ اللہ تعالیٰ مظہر فیض الٰہی ست

آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سے   مینا لگا ہے جب سینے مجھ بے نوا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) و مشرق صبح آگاہی شاہ مسند فقر و فنا مقیم آستان توکل و استغنا
نام والد ماجد او میرزا جان است ازیں جا وجہ تسمیہ او تواں دریافت۔ اما نام و تخلص او
گویا عنایت ترجمان اسرار قیومی مولانائے رومی است کہ پانصد سال پیش ازیں در
دفتر ششم مثنوی ارشاد فرمودہ کرامتے نمایاں بہ حضار انجمن استقبال وانمودہ بیت

جان اول مظہر درگاہ شد   جان جاں خود مظہر اللہ شد

لیکن نام او برالسنہ میرزا جان جاناں جاری شدہ ایں اسم ہم معنی بلند دارد۔
فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است و ہمیشہ
بہ آمد و رفت مراسلات حظ ہم کلامی حاصل۔ میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است
و در قبضۂ اسم خود روح الروح معنی پروری عروس متعال را بہ شائستگی و متانت
طرز تازہ و تصویر خیال را بہ تر دستی فکر ش حسن بے اندازہ۔ شعلۂ آوازش آتش زن
خرمنہا و شوخی اندازش شور افگن انجمن ہا۔ فقیر در اثنائے تحریر ایں کتاب تکلف
ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر درآورد و متاع نفیسے از نقد مضامین
ہدیۂ دوستاں ساخت۔ نسخہ برجستہ این است۔ فقیر جانجاں متخلص بہ مظہر پسر میرزا
جان جانی تخلص علوی نسب، ہندی مولد، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب است۔
در عشرۂ اولیٰ مائۃ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد نشو و نمائے ظاہری در
بلدۂ اکبرآباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہاں آباد از جناب سید نور محمد
بداؤنی نقشبندی مجددی واقع شد۔ سلسلہ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط
محمد بن حنفیہ بہ شیر بیشہ کبریا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ منتہی شود۔ جد اعلیٰ کہ

برگ حنا اوپر لکھو احوال دل مرا   شاید کبھی تو جا کے لگے دل ربا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) امیر کمال الدین در اوایل مائۂ تاسعہ از خطہ طائف بہ جذب قسمت بجدو و ترکستان رخت اقامت انداخت و بہ فرمانروائی بعضے از آں ممالک عمر گزرانید و اولاد کثیرہ بہم رسانید۔ از آنہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بردست ہمایوں پادشاہ اتفاق افتد دریں مملکت وارد شدند۔ از اں باز خدمت در رفاقت سلاطین گورگانیہ شعار مردم ایں خاندان بود۔ میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و درجہ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور واقع است، بہ عہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمہ بعالی منصب ترک دنیا سرفراز گردید۔ و ایں خاکسار از بدو طفلی ہوائے مال و جاہش زر در سرت نپیچید۔ بعد تحصیل ضروریات ایں مشت غبار خود را بدامن دولت از خود فرقگان بستہ بامید آنکہ چشمے در عالم دیگر باز کند۔ چوں نقش قدم بر در ایشاں نشستہ است از بس دماغش ضعف قوی دارد و تاب تدبیر اسباب نمی دارد و تجرید و تفرید ے اختیار کردہ نان برخواں دو نان نخورد۔ و چوں گل عمر خود را بہ یک خرقہ بسر بردہ بہ تحریک شور عشقے کہ نمک خمیر اوست گاہ گاہے بہ فریاد و اکسند و چوں نالہ اش موزوں واقع می شود، احباب از راہ جوہر شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ وگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود دکانے بر سخن نچیدہ۔ زیادہ بریں منت کہ نظر بزرگاں یافتہ حسن قبولے بہم رسانیدہ است۔ او سبحانہ حسن خاتمہ ہم نصیب کند۔ راقم سطور یعنے صاحب می گوید کہ ذات میرزا مغتنم است۔ حق جل جلالہ دیرگاہ سلامت دارد۔ ہمائے توصیفش نہ مرغ است بلکہ بہ چنگ شاہین تقریر آید و صحرائے تعریفش نہ خطہ است کہ

مظہر چھپا کے رکھ دل نازک اپس کا توں یہ شیشہ بیچنا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

(۱۵) سودا

مرزا محمد رفیع سودا تخلص منصبدار بودہ متوطن شاہ جہاں آباد۔ مرد سودا مزاج و کم سخن، از اوست ؎

(بقیہ گذشتہ) ہنگ تیز گام تحریر سطے نماید۔ کمال فضل او از کلام یقین کہ یکے از تلامذہ چوں شہنشاہ جہان معنی است پیدا می شود۔ والا رتبہ اقتدار اُستادش از حدیث درد مند کہ جانگی خوار مایدۂ آں ماہ آسمان سخندانی است ہویدا می گردد۔ لآلی منظومات فارسیش از لآلی بہ نہایت غلطانی و ثواقب طبع زاد اشعارش در رقعات درخشانی است (چمنستان شعرا ص ۲۴۶)

اے میرزا رفیع المتخلص بہ سودا کہ جوانیست خوش خلق و خوش خوئے، گرم جوش، یار باش، شگفتہ روئے مولد او شاہجہاں آباد است، نوکر پیشہ، غزل و قصیدہ و مثنوی و قطعہ و مخمس و رباعی ہمہ را خوب می گوید۔ سرآمد شعرائے ہندی اوست، بسیار خوش گو است، ہر شعرش طرف لطف رستہ رستہ، در چمن بندی الفاظش گل معنی دستہ دستہ۔ ہر مصرعہ برجستہ اش راسرو آزاد بندۂ پیش فکر عالیش طبع عالی شرمندہ۔ شاعر ریختہ چنانچہ ملک الشعرائی ریختہ او را شاید۔ قصیدہ در ہجو اسپ گفتہ بتضحیک روزگار دور از حد مقدور در او صنعتہا بکار بردہ مطلعش اینست۔

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار رکھتا نہیں ہے دست عناں کا بہ یک قرار

اکثر اتفاق طرح غزل باہم می افتد۔ غرض از مغتنمات روزگار است

سودا ہوا ہے بسکہ رگ دل میں جوش ہے　　　تم نشتر فرہ سیں صنم خون کم کرو

(بقیہ گذشتہ) حق تعالیٰ سلامتش دارد (نکات الشعرا ص ۳۲)

۲۔ نکتہ داں بے ہمتا مرزا محمد رفیع سودا۔ مردیست سپاہی پیشہ، درست اندیشہ۔ حقا کہ رتبہ شعرش عالی است و سخن دردمندانہ اش حالی۔ امروز در میدان گفت و گوئے سبقت از اقران و امثال خود می ربایند و داد معنی یابی و رنگین خیالی می دہد (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ عندلیب خوش نغمۂ گلشن روزگار۔ گل سرسبد محافل اشعار، یگانہ کشور فضل، نقاوۂ دودمان کمال، انتخاب نسخہ صاحب کمالی حضرت میرزا رفیع سودا مدظلہ العالی دریچہ نزہت گاہ معنی بر روئے وے کشادہ است کہ دو مصرع کلک طرازش شہرت را آمادۂ اشعار رنگیں و قصاید متین دارد۔ چنانچہ قصیدہ کوہ و دیگر در زمیہ بہار و ہجو بکراں و تضحیک روزگار وغیرہ از تصانیف اوست، والد شریفش مرزا شفیع نام مغل زاد بعمل تجارت مشہور بود۔ بوقت معہودہ بقدس بریں شتافت زرے کہ از ترکہ وے بدست مرزا افتاد در مدت قلیل بہ مقتضائے شاعر مزاجی بر سبیل با دوستہا بباد داد و بہ مصاحب پیشگی برآمد۔ قبول ملوک نامدار و تقرب سلاطین عالی مقدار او را میسر گشت۔ بالفعل بخطاب ملک الشعرائی کہ ہمین پایہ سخنوران است اعزاز و امتیاز دارد۔ الٰہی سایہ اش از سرے سرو پایاں کم مبادہ بہ مجنون و فرہاد (مخزن نکات ص ۳۵)

۴۔ میرزا محمد رفیع سودا تخلص صیاد غزالان سخن و سرآمد نکتہ سرایان اس خرابہ ہست

نسیم بھی ہے زمانے میں اور صبا بھی ہے　　ہماری خاک کو دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے
سنبھال رکھ یہ قدم خار دشت پر مجنوں　　کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(بقیہ گذشتہ) شاہین زبان ناقص بیان کہ پارۂ لحمے بیش نیست چہ جرأت کہ بہ ہوائے توصیف آں ہمائے اوج نازک خیالی چنانکہ باید بال کشاید۔ و شبدیز قلم و زبان راکہ بیش از گیاہ نہ چہ قدرت کہ در میدان تعریف آں فارس مضمار خوش مقالی جولاں نماید۔ خلعت رنگین سخن طرازی بہ قامتش دوختہ اند و طوطیان ہندوستان شکر بیانی از آں آئینہ دل آموختہ۔ گویا نزاکت مضامین دلچسپ حسن بہ یوسف بہ داتش حسن اختتام پذیرفتہ و ایں زبان کج مج ریختہ در زمانش بہ یمن اقبال آں نکتہ پرداز درجۂ علویت کردہ (.....) ازاں ملک الملوک مملکت فن و شہنشاہ قلمرو سخن امروز بہ کوس انا و لاغیری...... جویائے معنی بلند و غواص لآلی دل پسند۔ الحال... صوبہ دکن بانگ نغمات دہد بطورش خوش نما۔ کلیاتش متضمن بر قصاید و مثنوی و.... مخمس و ترجیع بند و قطعہ و رباعی و مرثیہ قریب دو ہزار بیت بہ نظر امعان رسیدہ.... ازاں دریافت باید کرد کہ چہ لآلی گرانبہا بسلک نظم کشیدہ....... کہ در ہمہ اقسام سخن ممتاز اقراں برآید و موزونے بسمع نرسید کہ در پلہ میزان اقتدار کامل عیار نماید۔ اگر صریر کلکش را ہمدم اعجاز مسیحا انگارم بجا کہ دل مردگاں را حلول جان تازہ ازاں متصور۔ و اگر چشمہ خضر را در ظلمات الفاظ نوالش پندارم روا کہ حیات سخن نام صاحب از و ممکن۔ حقا کہ ہر نقطہ نقش پذیر قلمش مثال سیاہی مردم بر بیاض دیدۂ جادو داقی ہاست و ہر یک بیت طبع زادش چوں مصرعیں ابرو بر چشم نہادنی قصیدۂ او قریب شصت بیت در مدح نواب سیف الدولہ بہادر و در تمہید ہمچو بعضے شعرائے دہلی

(۱۶) ناجی

ناجی شاعر بود در شاہجہاں آباد مضمون ہائے خوب می بست - از اوست

ڈوب گئے کئی ملک جب کھولی لب دریا پہ زلف ؛ حیف ناجی کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

۱- محمد شاکر ناجی جوانے بود ابلہ رو، سپاہی پیشہ - مزاجش بیشتر مائل بہ ہزل بود معاصر میاں آبرو - بندہ با وے یک دو ملاقات کردہ بودم - شعر ہزل خود می داند - (می خواند) و مردمان را بخندہ می آورد و خود نمی خندید - مگر گاہے تبسمے می کرد - وطنش شاہ جہاں آباد - جوان از جہان رفت (نکات الشعرا ص ۲۳)

۲- محمد شاکر ناجی گویند روئے بہرزہ داشت و بہ عنوان سپہ گری علم می افراشت طبعش اکثر مایل با ہاجی بود (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳- محمد شاکر ناجی تخلص سپاہی پیشہ بود در مطادی کہ مصرع شعر پر از معنی آبدار ودیعت می نہاد - و بہ درستی طبع و رسائی فکر داد سخنوری می داد و زادگاہ او دارالخلافت شاہ جہاں آباد است - با برادر فقیر کہ منعم تخلص می کرد و شعر فارسی بسیار بہ تلاش ہائے معنی نیکو می گفت رابطہ اتحاد مربوط داشت - گاہ گاہ بتقریب خانہ تشریف می آورد - بندہ خود در خورد سالی او را دو سہ بار دیدہ ام مزاجش خیلے مایل مزاح بود - او تعالیٰ رحمتش کناد (مخزن نکات ص ۱۱)

۴- محمد شاکر ناجی تخلص - از شعرائے شاہ جہاں آباد است - شعرش آب و رنگ تازہ و معنی اکثرش بے اندازہ ۔ رد - (چمنستان شعرا ص ۳۰۹)

(۱۷) تاباں

میر عبدالحی نام تاباں تخلص مغل زادہ از ہم مجلسیان میرزا مظہر جان جانان

فرد خوب گفتہ ؎

حضرت ہی تجھے عاشق کے مارے سیتی اے ظالم — کہ ہم تلخی کشوں کا خون ہیگا زہر قاتل ہے

۱۔ میر عبدالحی تاباں نوجوان بامزہ بود۔ سید نجیب الطرفین مولد او شاہجہان آباد است بسیار خوش فکر، خوش صورت، خوش خلق، پاکیزہ سیرت، معشوق عاشق مزاج تا حال در فرقہ شعرا ہمچو او شاعر خوش ظاہر از مکمن بطون عدم و بعرصہ ظہور جلوہ گر نہ شدہ بود۔ زبان رنگینش پاکیزہ تر از برگ گل۔ گلستان سخن را نازک دماغ بلبل سمند رنگینی فکرش با گلگوں با دبہار طابق النعل بالنعل است ہرچند عرصہ سخن او ہمیں در لفظہائے گل و بلبل تمام است اما بسیار بہ رنگیں می گفت از دیدن رنگ و اتش بے اختیار از دہن من گل کمالش سر می زد۔ نسبت بہ شعر او استاد او را رتبہ شاگردی او نہ بود۔ با فقیر یک صفائی داشت۔ از چندے بہ سبب کم اختلاطی این ہیچمدان کدورتے بمیان آمدہ بود۔ اجلش مہلت نہ داد کہ تلافیش کردہ آید۔ آخر آخر کہ اوائل جوانی او بود این قدر مداومت شراب کردہ کہ ملاقات ہمہ یاران موقوف شد۔ اکثرے از دوستانش کہ بخانہ او می رفتند او را مست طافح می یافتند و آب بر روی این ناچار را بہ بینید کہ ہشت ہفت روز ودیعت حیات سپردن او باقی ماند، یک مرتبہ توبہ کردہ و بہ ہمہ آشنایان خود رقعہا نوشتہ کہ عزیزان من توبہ کردہ ام شما شاہد و خبرگیران

نقل است روزے مصرع از زبان میر مبارک آبرو بدیہہ طبع زاد گردید
مصرع اینست۔

دہلی کے شاعروں میں اک آبرو ہوا ہے

چنانچہ از اہل محفل تاباں در مجلس میرزا مظہر جان جاناں مصرع صدر بر خواند
میرزا در جوابش فی الفور این مصرع رسانید ع

جانے سے ایک چشم کے بے آبرو ہوا ہے

(بقیہ گذشتہ) من باشد چرا کہ شراب بہ سبب کثرت استعمال مزاج من شدہ بود ازگذاشتن
ایں از خود گذشتن من پر نزدیک می نماید غافل از احوال من بودن از عقل بسیار
دور است۔ آخر الامر ہماں شد کہ گفتہ بود۔ حال آفتاب تابان عمر او زود بہ لب بام
رسید معشوق عجبے از دست روزگار رفت۔ افسوس افسوس، افسوس امید قوی است
کہ حق تعالیٰ مغفرتش کردہ باشد (نکات الشعراص ۱۴۴)

۲۔ نخل بند گلشن بیان میر عبدالحی تاباں جوانے بود خوب صورت و خوش سیرت
شمع محفل جانہا و چراغ بزم دلہا در خاک پاک ہندوستان نخل حیاتش و بلند شدہ
و در ہمیں گل زمین بہ نشو و نما رسیدہ۔ در عنفوان جوانی خاک مال فلک خوردہ بساط
حیات مستعار برچیدہ، داعی اجل را اجابت کردہ (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳۔ خانہ برانداز محبت خراباں میر عبدالحی المتخلص بہ تاباں جوانے بود در نہایت
حسن و جمال ہم صحبت یاران حال۔ باوجود دلیلی نشئی مجنون را آداب محبت اموختی و
باکمال انجمن آرائی شمع وار داغ بر جگر سوختی۔ اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ داشت

مرداں ایں مصرعۂ ثانی را باز بہ سمع میر مبارک آبرو رسانیدند میر فوراً بزبان آمد

کیا ہوا حق کے کئے سے کور میری چشم ہے — آبرو جگ میں ہے تو جان، جاناں پہ ہے

میرزا مظہر جان جاناں در جوابش فی الفور گفت ؎

مبارک باد تم کو آبرو صاحب سخنور ہو — بھلے ہو یا برے ہو خوب ہو کان جواہر ہو

(بقیہ گذشتہ) آخر حال بہ رفاقت نواب عنایت اللہ خاں بہ تنعم می گذراند۔ چوں در خوردن کثرت باکرد۔ رطوبت فضلی بہم رسانیدہ مستقی گردید و بہ ہمیں احوال از جہاں رفت

(مخزن نکات ص ۵۲)

(۴) میر عبدالحی تاباں تخلص طوطی است شکر بیان و بلبلے است ہزار داستان آفتاب طبعش بہ نہایت درخشانی و لآلی گراں بہائے سخنش بکمال افشانی است۔ می گویند کہ از وجاہت صوری نصیب وافر برداشتہ بود. متانت معنیش دل نازک خیالاں را صید می نمود لیکن آخر در عین عنفوان شباب ورق زندگانی بگردانید و سوئے گلگشت جاودانی گرائید اے ع طفلے کہ خوش محاورہ افتد نماندنی است۔ میر تقی میر در تذکرہ نکات الشعرا او را شاگرد محمد علی حشمت می نویسد و در دیوان خود اقرار تلمذ حاتم می نماید چنانچہ می فرماید ؎

اور ہی رتبہ ہوا ہے تب سے اس کے شعر کا — جب سے حاتم نے توجہ کی ہے تاباں کی طرف

نیز می گوید ؎

ریختہ کیوں نہ میں حاتم کو سناؤں تاباں — اس سوا دوسرا کوئی ہند میں استاد نہیں

حاتم در دیوان خود اکثر جا یاد می کند ؎

ریختہ کے فن میں ہیں شاگرد حاتم کے بہت — پر توجہ دل کی ہے ہر آن تاباں کی طرف

ظاہراً تحصیل علوم بخدمت حشمت کردہ باشد و اصلاح شعر از حاتم می گرفت . . . الحاصل

اشعار او ریختہ [illegible]

(۱۸) یقین

انعام اسدخاں یقین تخلص برادر زادہ میرزا مظہر در خدمت میرزا رسوخ تمام داشت۔ بنابراں میرزا خود بہ تخلص یقین ارشاد فرمودند۔ شاعر متین است۔ از اوست

اس کو اب خشم و رضا میرا برابر ہو گیا
حیف مضمون و ٹھنے کا بھی مکرر ہو گیا

دلبروں کے نقش پا میں ہے فسوں کا سا اثر
جو مرا آنسو گرا اس میں سو گوہر ہو گیا

کیا بدن ہو گا کہ جسکے کھولتے جامے کا بند
برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

آپ سے جب لگ نہ تھا واقف کہاں یہ تھا نگو
دیکھتے ہی آئینہ میں منہ سکندر ہو گیا

آنکھ سے نکلے پر آنسو کا خدا حافظ یقین
گھر سے جو باہر گیا لڑکا سو ابتر ہو گیا

۱۔ انعام اسد یقین تخلص شاعر ریختہ صاحب دیوان از بسکہ اشتہار دارد محتاج بہ تعریف و توصیف نیست۔ تربیت کردۂ مرزا مظہر است۔ پدرش اظہرالدین خاں نام دارد با جدش در سرہند ملاقات کردہ بودم۔ بسیار آدم با مزہ یافتہ بہ سلوک پیش آمدہ و ضیافت فقیر کردہ تا دیر نشستہ صحبت مستوفی داشتم۔ شعر بطرز می گوید۔ آمدم بر سر مطلب۔ میاں یقین را مرداں می گفتند کہ مرزا مظہر او را شعر گفتہ می دہد و وارث شعرہائے ریختہ خود گردانیدہ از قبول کردن ایں حیثیت بندہ را خندہ می آید کہ ہمہ چیز بہ وارث می رسد۔ الا شعر مثلاً کسے بر شعر پدر خود یا بر مضمون او متصرف شود ہمہ کس او را دزد خواہند گفت تا بہ شعر استاد چہ رسد۔ القصہ پر و پوچے

وله

طلا اس حسن کے شعلے آگے آب ہو جاتا
اسے گر دیکھتا رو پا پگل سیماب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) چیدے کہ یافتہ است کہ ما وشما نیز می توانیم بافت' ایں قدر بر خود چیدہ است کہ رعونت فرعون پیش او پشت دست بر زمین می گذارد۔ بعد از ملاقات ایں قدر بخود معلوم شد کہ ذائقہ شعر فہمی مطلق ندارد شاید از ہمیں راہ مردمان گمان ناموزونیت در حق او داشتہ باشند۔ جمع برایں اتفاق دارند کہ شاعری او خالی از نقص نیست۔ چراکہ شاعر ایں قسم کم فہم نمی باشد از شخصے منقول است کہ بخانہ عطیت اللہ خاں کہ پسر نواب عنایت اللہ خاں مرحوم باشد یقین نشستہ بود و می گفت۔ ازاں روزے کہ مرزا دست استادی در سر من داشتہ است شعر من ترقی کردہ شخص مذکور ایں مصرع نظامی پیش حضار مجلس بہ آواز بلند خواند۔ مصرع شد

آن مرغے کو خایہ زریں ہنـاد
حاصل او را بعیضہ در کلاہ شکست

میاں شہاب الدین ثاقب کہ احوال او نوشتہ خواہد شد نقل می کرد کہ من محض برائے امتحان بخانہ او رفتم و یک غزل طرح کردم من غزل بالعزم رسانیدم و از و مصرع موزوں نشد واللہ اعلم۔

میاں محمد حسین کلیم کہ احوالش گزشت قصیدہ گفتہ است مسمی بہ روضۃ الشعرا در و نام تمام شعرا را نقل کردہ ازاں جملہ نام ایشاں را نیز آوردہ لیکن بہ کنایہ غریبے کہ سخن فہم می فہمد و آں اینست۔

یقیں کے شعروں پہ ہیں بدگماں بعضے انکے نقیض
غلط ہے ہم نے بوجھا ہمیگا مرزا جان جاناں کا

اثر خوباں خندق زنخداں کی گلیوں میں دیکھا کہ جو گر یا تھا اشک خواں وہاں غائب ہو جاتا
کسی کا خنجر قاتل نے اسکی پیاس کے حق میں کئی زخم اور اگر لگتے تو دل سیراب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) نام مرزا جان جان است و شاعر جان جاناں بستہ۔ چوں اکثر عوام نام مرزا تعلیقی جان جاناں گویند، شاعر مذکور نظر بر شہرت ہمچنیں موزوں کردہ اگرچہ معنی آں است کہ گفتگو ۔۔ با خواص است۔ در بزرگ زادگی و شرافت میاں یقین سخنے نیست از خانوادۂ بزرگیست۔ با بندہ ہم آشنائی سرسری دارد۔
(نکات الشعراص ۸۴)

۲۔ صاحب تلاش معنی رنگین انعام اللہ خاں یقین پسر اظہر الدین خان بہادر مبارک جنگ نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی است۔ نبیسہ نواب حمید اللہ خاں مرحوم شہباز خیالش بصید معنی بلند پرواز است و ہمائے اندیشہ اش بر قلۂ قاف سخن بریرفشانی ممتاز۔ بے اغراق ریختہ گوئی را بر طاق بلند گذاشتہ و تخم معنی در زمین سخن کاشتہ و آنچہ از طبعش سر زدہ از فرط شیوع و حسن قبول در تمام ہندوستان بر افواہ و السنہ جاری است۔ استفادۂ سخن از افادت گاہ مرزا جان جاں مظہر گرفتہ چنانچہ گوید ؎
جوں نماز اپنی پہ صبح و شام لازم ہے یقیں حضرت استاد یعنے شاہ مظہر کی ثنا
با مولف اخلاص دارد و اکثر ہا بہ ملاقات می پرداز د (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳۔ صدر نشین بزم شعرائے متاخرین انعام اللہ خاں یقیں۔ شاعر صاحب طرزے یگانہ عود وحید دہر است۔ بہ اخلاق حمیدہ انصاف دارد۔ و مصرع از زبان ہا

اگر تجھ کو زلیخا دیکھتی سب کچھ بھول جاتی　　تماشا ماہ کنعانی کا اس کو خواب ہو جاتا
یقیں سوز و گداز اپنے کو گر اظہار یہ کرتا　　خدا شاہد کہ آتش کا بھی زہرہ آب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) سحر طرازش باین ہمہ لطف و خوبی ہا بر آورد کہ بجز د استماع دل خذاق قطرات خوں شدہ از دیدہ فرو می چکد بزرگانش در بلدہ سرہند اقامت داشتند و اکثرے از شرفا و روسائے آں ضلع بخدمت ایشاں استفاضہ معنی می کردند چوں والد شریفش بہ دار الخلافت رسید حمید الدین خاں کہ ملقب بہ نیمچہ بود صبیہ خود را بر آں بزرگوار نامزد کرد۔ ایں معنی را موجب امتیاز خویش دانستہ بالفعل خان موصوف بمنصب ہزار و پانصد سرفرازی دارد و پیش ہمچشماں خود معزز و موقر است حق تعالیٰ سلامتش دارد (مخزن نکات ص ۲۹)

۴۔ انعام اللہ خاں یقین شہنشاہ قلمرو سخندانی و یوسف کنعان معانی است طوطی شکر مقال از گلستان ہند بر نخواستہ کہ بر آں عندلیب ہزار داستان سخن بہ تشابہ گرائید و شہسوارے چابک خرام از رایضان دکن پیدا نہ شدہ کہ قصب السبق ازاں فارس میدان خوش تلاشی برباید۔ بسیارے از شکر مقالان متین خیال پرہ ہم صفیری او بر داشتند، آخر پشت دست بزمین نارسائی بگذاشتند و اکثر از نازک خیالان شیریں مقالی بہ مقابلہ او بر خاستند، آخر از قصور بگوش مالی خود پر داختند از دست۔

یقیں تائید حق سے شعر کے میداں کا رستم ہے　　مقابل آج اس کے کون آسکتا ہے کیا قدرت
آں عندلیب گلشن دم از عصائے کلیم و دم عیسیٰ می زند۔ و مزاج عالیش معانی نازک

ولہٗ

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا — گر سنہ ناز کا تھا گالیاں کھانے کے کام آتا

(بقیہ گذشتہ) می گزینید۔ ہر قطرہ کہ از سحاب خامہ اش بچکید۔ لآلی گرانبہا شد۔ و ہر سطر کہ از و سر زد فرحت عطا کن جانہاست۔ معنی آفرینان این زمان از نام تضمین کلامش گرم بازاری می دارند و خوش تلاشان این عصر از اصفائے نام نامیش دست بگوش می گذارند۔ چنانچہ می گوید۔

حق کو یقین کے یارو برباد مت دو آخر — تم نے سخن کی طرزیں اس سے اڑائیاں ہیں

عزیزے می گوید۔ رباعی

جس طرح سے لاتے ہیں مضامین یقین — اشعار میں ریختہ کے سودا و یقین
ایسا کوئی نہیں ہند میں ہر چند کہ ہیں — سجاد و کلیم و میر و درد و تمکین

اگرچہ یقین است کہ مرزا سودا در غزل و رباعی و مخمس و مثنوی و قصیدہ و قطعہ بند و غیرہ اشعار ریختہ رتبہ رفیع می دارد و عالی تلاشی فراوان می نماید لیکن در ریختہ یقین فصاحت و ملاحت دیگر است۔ مولفہ

اگر ہزار برس تک یہ میرزا سودا — کرے جو فکر تتبع یقین کا از دل و جاں
کہے گا معنی باریک و خوب شیریں تر — ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

الحاصل یقین گرامی عصر و یگانہ زمانہ است۔ چشم روزگار چنیں معنی آفرینی نکتہ رس ندیدہ و گوش سپہر دوار مثل این والا منشی آتش دم نشنیدہ۔ سخن سرایان والا گہر دانش نشان گرامی قدر مصرع طبع زادش را چون خیال مصرع قامت

یہ کوہ طور سرمہ ہو گیا سارا ہی کیا کہئے — کوئی پتھر بھی بچ رہتا تو دیوانے کے کام آتا
بتاں خون کرکے میرا سب لگے آپس میں کیا کہئے — یہ کافر جیو تا رہتا تو بت خانے کے کام آتا
اڑادی اس ہوا نے مشت خاک میکشاں یا حق — غبار ان کا اگر رہتا تو پیمانے کے کام آتا
لیا گھیر ان یقین نے عشق کا آتشکدہ سارا — کوئی شعلہ جو بچ رہتا تو پروانے کے کام آتا

خوباں بہ دل جامی دہند و بیت نقش لبت گلکش را چوں بیت ابرو بر چشم می نہند۔ فی الواقع اگر آں سحر پرواز دعوی اعجازی کرد سخن سازان را بجز ایمان آوردن چارہ نبود و ایں آیہ گراں مایہ "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" زنگ شبہ از آئینہ دل میزدود۔ و گلشن جاوید بہار انش از آبیاری میرزا مظہر طراوتے پذیرفتہ و ایں طوطی شکر مقال شکر بیانی از آں عندلیب نغمہ خواں چمن معانی گرفتہ است و اکثر جا میرزا را از راہ استادی یاد می کند و حق شاگردی خود بزبان می آرد۔

جیوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقین — حضرت استاد یعنے شاہ مظہر کی ثنا

نیز در جائے می نوید

سایہ بے شخص ٹھہرتا نہیں کہتا ہے یقین — آپ سے مجھ کو جدا حضرت مظہر نہ کرو

میرزا مظہر جان جاں چوں حرب گفتاری یقین بایں درجہ دید باریختہاے کہ بیش ازیں سر زد طبعے میرزا شدہ اکتفا کردہ از شعر ریختہ دست کشید۔

حاکم بیگ خاں روزے با فقیر نقل می فرمود کہ انعام اللہ خاں یقین را در سنہ تسع و ستین و مائہ والف ملاقات نمودم مرد خوبے متواضع بہ نظر رسید اشعار خود بسیار خواند و استعمال تریاک باوجود صغیر سنی کہ سی (۳۰) نخواہد بود بحدے داشت کہ تمام رنگ روئش رنگ کہربا گرفت بعد انتقالش اکثر اشخاص در ہمہ سنہ شہرت دادند و گفتند کہ ایں یوسف مصر سخندانی جور یافتہ اخوان است بل مقتول بعقوبات انتہی مقالہ بنابراں از خاطر راقم السطور تاریخ وفات یقین چنیں بر خاست تاریخ

(۱۹) احسن

احسن اللہ تخلص عجب ریختہ ایہام تصنیف نمودہ لطف خاص دارد بلکہ عدیم المثال توان گفت۔

صبا کہیو اگر جاتا ہے تو اس یار دلبر سوں — کہ کر کر قول پرسوں کا رکتے برسوں ہو بر سوں
یو قاصد وعدہ کرتا ہے گا پرسوں کا کہ پھر آوں — کبوتر ہی نہیں آیا گلی اسکے سیتی برسوں
ترس کچھ بھی نہیں اے شوخ اتی کیا ہے ترسائی — ترے دیدار بن میں دیدۂ ترسوں کھڑا ترسوں
نئی جل سے یہ مجھکو نت نیا سودا ہے اے ظالم — عجب ہے پھر کے کہ یوتیل کھاوے مرسر سوں

بقیہ حاشیہ گزشتہ

شاعر نازک سخن و خوش خیال — کرد سفر جانب ملک عدم
سال وصالش خرد نکتہ سنج — گفت یقین رفت بسوے عدم

...... الحاصل ید ریقین اظہر الدین خاں بہادر مبارک جنگ از ارکان شاہجہاں آباد است نبیسہ شیخ مجدد الف ثانی و نبیسہ نواب حمید الدین خاں مرحوم میشود۔ گل گشت دیوانش طبع را استہزازے و ابتہاجے بخشد۔ چمنستان شعراص ۱۶۱

۱۔ میاں احسن اللہ مردے بود معاصر میاں آبرو۔ طبعش بسیار مائل بہ ایہام بود ازیں نہبت شعراء بے رتبہ ماند دیگر احوالش معلوم من نیست (نکات الشعراص ۲۸)

۲۔ احسن اللہ بہ آبرو ہم طرح بودہ و در سخن تلاش معنی تازہ نمودہ شعر را بہ طرز ایہام می گفت و در معنی بہ رشتہ فکرت می سفت۔ سالے چند زیں بیش چشم از نظارہ دنیا پوشیدہ و سر در نقاب خاک کشیدہ (تذکرہ گردیزی قلمی)

عجب نیں ابر گر جلتوں کو تو بل بین جلا جاوے ۔ گیا ہے یار میرے برسوں تو کہتا ہے میں بیچ سوں

زلف تیری معنبر ہے عطر فتنے بیتی تر ہے ۔ الٰہی آبرو رکھ لے پڑا ہے کام ابتر سوں

غزل اے احسن اللہ اس طرح تجھ سے بن آئی ہے ۔ جواب ابرو کب لا سکے مضمون ابتر سوں

(۲۰) زانی

از قوم افاغنہ پیر خاں نامی باشندۂ دار السرور برہان پور تکیہ در زین آباد دارد تخلص زانی قرار دادہ بود۔ نہ فی الحقیقت بلکہ تمام عمر خود کہ یک صد و دہ سالگی عمرش وفا کردہ بود گاہے نزدیکی زنان نہ داشت تا بہ زنا چہ رسد طبعش راغب ہجو۔ تمام دیوان در ہجویات گفتہ است۔ اگرچہ آوردن چنیں اشعار قبیح مناسب نہ داشت لیکن رنگینی طبعش ملیح و مستحسن متصور افتادہ وقت رحلت طرفہ ریختہ حسب حال تصنیف نمودہ از دست ریختہ۔

۳۔ احسن اللہ معاصر میاں مضمون و آبرو بود و بہ رویہ شعرا اینہا تلاش لفظ تازہ و ایہام می کرد اما از غایت ہجوم الفاظ معنی شعرش کمتر بہ نظر می آید (مخزن نکات ص ۲۲)

۴۔ احسن اللہ احسن در نکتہ سنجی یگانہ روزگار و صاحب تلاش معنی پر کار است۔ از بسکہ طوطی طبعش شکر ایہام می ریزد از صفائی مرات اظہار می گریزد و در عصر آبرو ظاہرا عرصہ زندگی بر سر می داشت و خود را در رموز و مانا ہم عصر مغرز می پنداشت۔ میان کلکش لآلی معانی می افشاند و مشاطہ طبعش عروس سخن را بو جہ احسن بر کرسی رنگینی می نشاند۔ (چمنستان شعرا ص ۲۱)

۵۔ پیر خاں زانی تخلص متوطن خجستہ بنیاد است از چند سے بعہد ما بہ برہان پور بسر می برد۔ می گوید

دو ہاتھ دھر کے نفس پہ لاچار ہو چلے ... دکھا کے یار کو اغیار ہو چلے
دولہا بنا کے آپ کو تخت رواں اوپر کاندھے پہ چار شخص کے اسوار ہو چلے
سر سہرا باندھا کے براتی لئے ہیں سات کرنے نکاح گور سیں اسوار ہو چلے
تھی بھیڑ بھاڑ منزل اول تلک بہت آگے غریب و بیکس و بیمار ہو چلے
ہے کون آس پاس کسی کو خبر نہیں لاچار سر و بھانت بیک بار ہو چلے
عف عف سگوں کی سنکے جفائے قریب دیکھ دلبر کے دست جور سیں بیزار ہو چلے
چلنے سیں جس طرف کے ... خوف سیں ... لے ہاتھ صاحب تلوار ہو چلے
دو چار دن کی لذت دنیا کے واسطے اندر عذاب ابد کے گرفتار ہو چلے
زانی امید عفو ہے پروردگار سیں بخشے گا ان کو جو کہ گنہگار ہو چلے

(۲۱) اعظم

سید اعظم تخلص اعظم، برہان پوری مرد شیریں سخنور است از او ست ریختہ

دل شمع من گل ہو جلانا مزہ جانا معشوق کے اسرار چھپانا مزہ جانا
تجھ زلف سیہ تاب میں ادرک کے کندن ساں ہیں ظلمات میں جیوں خضر نے آنا مزہ جانا

از او شہ می زیست و شعر ہزل بطور خود می گفت و بسیار مردمان بزرگ را ہجو نمودہ و از دست خود دیوان جمع نہ کرد مگر یاران مجلس او دریں جہد کردند قریب دو ہزار بیت دیوانے فراہم آمد چنانچہ بہ وقت تحریر ایں تالیف بہ نظر رسید دل نخواست کہ بہ مطالعہ در گرمید و اناں اشعار چیدہ انتخاب نماید (چمنستان شعرا ۱۲۰)

کعبہ کی عبادت میں حلاوت نہیں پایا   محراب میں تجہ بھوں کی دوگانا مزہ جانا

(۲۲) قایم

قایم میر محمد قایم باشندۂ برہان پور، خوش فکر و بدیہہ گو بود دریک بیت نامہائے ہشت بازی گنجفہ بستہ و اکثر شعرہا می گفت از اوست۔

تاج وسفید وسرخ غلاموں کی لے قماش   شمشیر جس کے چنگ برات اسکے ہاتھ ہے

ولہٗ

بات پاناہے بے قراری کی   چوں نہ بولوں کہتا پیاری کی
پان کی نوک سے تنبولن تو   مت بتا او چھریں کٹاری کی
لب و دنداں او پر ترے اے لال   صدف دل نے درنثاری کی
آسماں جا چھپے ہیں مہر و وفا   لیک ہے تیری کناری کی
رات دن کے ورق پھرا قایم   چرخ میں جگ سیں حیلہ کاری کی

(۲۳) کامل

سید محمد کامل برہان پوری۔ طبع عالی داشت و تمام عمر خود را در گفتن مدح و مرثیہ حضرات صرف نمودہ دیگر شعر اصلاً و مطلقاً گاہے قصداً و عمداً بر زبانش نہ رفتہ سبحان اللہ چہ سعادت مندی او بہ تحریر قلم آید۔ چند مطلع مرثیہ ہائیش نوشتہ می شود از شعر اوست۔

اے فلک کس کے سبب ماتمی ساماں ہیں تو   اے زمیں خاک بسر کس کے لیے حیراں ہے تو

اے سحر کس سے کہا تم چاک گریباں ہو تو ہوں — اے صبا کس کی جہت آج پریشاں ہو تو ہوں

یک مطلع دیگر از مرثیہ گفتہ اوست، شاید ہمچو مضمون، ہیچ کس از شعرا نہ یافتہ باشد و نخواہد یافت، این است

قیامت انتقام آل احمد دیر کھینچا ہے — فلک پر مضطرب ہو ماہ نو شمشیر کھینچا ہے

واکثر اعزہ کہ متقدع اوقات پیر مذکور برائے گفتن ریختہ می شدند حسب ضرورت ریختہ گفتہ می داد لیکن رسوخ و اعتقادے کہ داشت از ہر شعرش ظاہر است۔ و در ہر مقطع قطع سخن کردہ۔ ریختہ از اوست۔

بستا ہے خط رخ شہ خوباں کے آس پاس — جیوں فوج مور تخت سلیماں کے آس پاس

آسودگی کی شام غریباں دیکھیں محال — جاناں اگر ہے زلف پریشاں کے آس پاس

دست گدا کو بار کہاں گردی کی تن — نغری بسی ہے آیترے دامن کے آس پاس

سکتے ہیں خار در دل بیمار ہجر میں — مژگاں نہیں ہو دیدۂ حیراں کے آس پاس

گلزار نے جب سے گلشن کا تب کو دی طرب — پھرتا ہے دل جو موزونیاں کے آس پاس

جانہ نہ آیا ہے فلک سے ہوا کوئی — دانا اگر ہے مت پھر سے دوراں کے آس پاس

کافی اگر خیال طواف حرم ہے تو — قرباں ہو در گردش مرداں کے آس پاس

(۲۴) ابدال

مرزا ابدال بیگ مغل زا، از نجبائے ولایت، باشندۂ برہان پور دانند تے دو در رفاقت احقر ہستند۔ کم گو و کم ملاقات اکثر اوقات کہ خطوط بجانب دوستاں تحریر می نمایند نظم ہندی بسیار مطبوع و ریختہ ہم می گویند شعر صاف بطور متقدمین است۔

دل جب سیتی تجھ عشق میں مجھ سے جدا ہوا — پھر کا جلا، ہوا نہیں معلوم کیا ہوا
کیا بے وفا ہے دل کہ تری یک نگاہ میں — بیگانہ ہو کے مجھ سے ترا آشنا ہوا
کوچے سے آہ آج پری رو کے دل مرا — آیا نہیں ہے پھر کے اسے کیا بلا ہوا
سینے میں آہ دل میں طپش اشک چشم میں — شہر لے عاشقی کا مرے جا بجا ہوا
غمزہ سیں مارتا ہے جلاتا ہے ناز سیں — کیا ملک حسن کا صنما تو خدا ہوا
کیا مہربان تھا جبکہ نہ تھا عشق اثر کر — اب بھوں چڑھا ہلال من کر نما ہوا
ابدال عکس یار ہے دل میں جدہاں ستی — درپن من تدہان سے ترا دل صفا ہوا

فضلی (۲۵)

شاہ فضل اللہ درویش متوکل صاحب کمال در بلدہ اورنگ آباد خجستہ بنیاد اقامت داشت۔ شعر ذو معنی اکثر می گفت۔ چند فرد از اوست

۱۔ فضلی راست، مثنوی ایں ہم یک نظر دیدہ ام۔ شاعر خوبے بود۔ نکات الشعرا صفحہ
۲۔ شاہ فضلی دکھنی طبع بلند و فکر ارجمند دارد (تذکرہ گردیزی قلمی)
۳۔ افضل الدین خاں فضلی تخلص بجمیع فضائل انسانی مشہور است بتخصیص در شیوہ سخن سرائی ممتاز۔ روزگار خود بود۔ میرزا ابو طالب می گفت کہ ایں عزیز بہ فرمائش شخصے در نعت حسن شاہزادہ مثنوی با نقد شعر با ایں ہمہ نازکی و پرکاری موزوں کردہ است کہ اوراق دم آن دیار نرگس آسا بر بیاض دیدہ تکحل می سازند و در شہر سے بہ شہرے می برند در حقیقت دو سہ چار بیتش کہ وزان جملہ محل سوامع اہل ہند است خالی از حسن و لطافت نیست
(مخزن النکات صفحہ ۱)

تری عمدار تیغ ابرو کو کوئی شمشیر پر تلے ملکے
لکھا ہے بو علی نے آب زر میں کہ سونے سے مسافر کو خطر ہے

۴۔ شاہ فضلی از اکابران عصر بود و گوے معنی از ہمسران می ربود اشعار ایہام بسیار می دارد (چمنستان شعرا ص ۴۸۳)

۵۔ شاہ فضل اللہ نقشبندی فضلی تخلص پسر سید عطاء اللہ اورنگ آبادی است۔ درویش صفا کیش و عارف کامل جمیع علوم بود مدتے در لشکر غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مرحوم بموجب حکم حضرت رسول مقبول صلعم بود و ہمیں سبب بود کہ خان فیروز جنگ اکثر از قلت جمعیت بر بسیارے مقہوران فتح و ظفر می یافت۔ نواب عضد الدولہ بہادر کلام اللہ تعالیٰ مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام کہ از کتابخانہ امیر الامرا حسین علی خاں یافتہ بود بہ ایشاں سپرد۔ الحال آں قرآن مجید در قلعہ دولت آباد دکن است کہ میاں محمدی پسرش ہدیہ نمود آنا کمال درویشی بر چہرہ مبارک نورانی او ظاہر بود جامعیت داشت رسالہ "زاد راہ" در علم سلوک از و یادگار است قصہ "برہ بھبوکا" و قصہ "پریم نوکا" بزبان ہندی گفتہ و ایہام خوب دارد اشتہار یافتہ اند و در فارسی و ہندی نیز اشعار او صاف و شیریں است (تحفۃ الشعرا قلمی)

۶۔ فضلی دکھنی افضل الدین خاں از قدماست در تعریف یکے از شاہزادہائے دکھنی مثنوی بہ محاورہ دکھنی گفتہ (گلزار ابراہیم قلمی)

مخزن نکات اور گلزار ابراہیم کے بیانات مشتبہ ہیں۔ دونوں نے جس مثنوی کا ذکر کیا ہے اس کا صرف ایک شعر دونوں تذکروں میں نقل کیا گیا ہے۔ دوسرے تذکروں میں یہ شعر قطعاً نہیں۔ نیز گلزار ابراہیم میں ایک شاعر فضل کا حال یوں لکھا ہے "فضل دکھنی شاہ فضل علی معاصر شاہ نجم الدین آبرو بود" اس سے یہ شبہ زیادہ قوی ہو جاتا ہے (س۔م)

(۲۶) داود

مرزا داود بیگ مغل زا باشندۂ خجستہ بنیاد اورنگ آباد۔ اگرچہ برکتاب صرف و نحو وغیرہ عبورے نہ داشت لیکن در کلام او لغزشے ظاہر نیست۔ عزیز خوش طبع وخوش فکر اکثر تازہ مضمون طرح نمودہ۔ معاصر شاہ سراج بود در ایام خوردسالی پیشہ کارچوبی اختیار نمودہ لیکن بعد ازاں بہ فکر رسا وحید دہر گشتہ بلکہ در محفل شمع وار داعیہ سربلند داشت و بہ شعلہ فکر پروانہ دلہا می سوخت، سراج را مثال چراغ بے نور می انگاشت۔ روزے یک بیت بہ خطاب شاہ سراج از شبستان خاطرش سرزد این ست

چرب زبانی نہ کر بزم سخن میں سراج
تیغ سیں گل گیر کی در نہ کٹے گا سراج

چوں شرار این بیت بہ پردۂ گوش شاہ سراج رسید بے اختیار از سوختگی

۱۔ مرزا داود داود تخلص می کند۔ شاگرد سید صاحب (سید عبد الولی عزلت) است این قدر ہم از زبان سید صاحب بہ تحقیق رسیدہ۔ اللہ اعلم۔ بارے مصرع را درست موزوں می کند۔ (نکات الشعراص ۱۱۱)

۲۔ مرزا داود۔ داود تخلص شاعریست ادا بند و موجد خیالات ارجمند شکر بیانی از سخنش پیدا و خوش الحانی از نالش ہویدا است۔ در ریختہ اکثر تتبع ولی می نماید و می گوید۔ سند یوں ہے تجھے مصرع ولی داود۔ کہ تجھکو شور قیامت سے بے نیاز کیا
و بیتر جائے می نویسد۔

آہے کشیدہ واز زبان برآورد ؎

نہ بھول کسب قدیمی کو اپنے اے مرزا
وگرنہ بچہ کہیں کارچوب ہوویگا

(۲۷) عاجز

عارف الدین خاں عاجز تخلص عرف میرزائی اکثر اوقات خود اوایل به تجارت مصروف داشتند مبلغے در سفر گجرات که طریق قرض به فخر الدوله ناظم آں ملک معاونت نمودند. از ہنگامہ اشقیا مقدمہ دو لتش برہم خورده زر ایشاں نیز رایگاں رفت دست از وے برداشتہ به خجستہ بنیاد آمدند خیلے سریع الفکر و بدیہہ گو وہر سخن که از ایشاں سرزد میشود مربوط و ذو معنی و در گفتن تاریخ عدیم المثال معہذا طبع ایشاں به اظہار سخن

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر تجھ طبع میں داؤد دلی کا اثر آیا

بزبانی مرزا جمال اللہ عشق تخلص که خلف الصدق او می شود معلوم شد که میرزا داود در سنہ سبع وخمسین ومایتہ والف وفات یافت. راقم سطور ہی گوید تاریخ

بلبل گلزار معنی طوطی رنگیں بیاں از غم آباد جہاں بگذشت چوں تیر از کماں
مصرع تاریخ نوتش گفت از من ہاتفے گہر برفتہ میرزا داود از فانی جہاں"

دیوانش قریب پانصد بیت به نظر درآمد (چمنستان شعراص ۸۷)

۲- داؤد تخلص اشمس داود بیگ از موزوناں عہد محمد شاہ فردوس آرامگاہ بود اکثر ابرا ہیم (تجلی)

اصلاً و مطلقاً نہ بلکہ احدے را از اشعار خود مطلع نمودند تا بہ نوشت و خواند چہ رسد
ازانجا کہ ایں احقر بہ ایشاں محبت تمام دارد و ہم سخن گوئی بہ برکت فیض ایشاں
اکثر قصاید بے نقط وغیرہ معہ غزلیات دیوان فارسی ترتیب دادہ و اشعار
متفرقہ ہندی نیز بہ دستور معروف جمع نمودہ دیوان ہندی ایشاں مرتب
ساختہ۔ طرفہ دیوانے مرقوم گردانیدہ اکثر ریختہ ہائے صنایع مثل و بحر و سہ بحر

۱۔ عارف علی خاں عاجز تخلص۔ دہ دوازدہ سال شدہ باشد کہ در شاہجہاں آباد
تشریف داشت بندہ شعر او شنیدہ بودم از چندیں بہ سمت دکن رفتہ اکنوں از زبان
سید مذکور (عزلت) بروضوح می پیوندد کہ در برہان پور است دیگر بر حسب و نسبش اطلاع
ندارم زبانش بہ زبان اوباشان است اکثر ریختہ در بحر کمیت می گوید (نکات الشعراء ۱۰۲)
۲۔ عارف علی خاں عاجز ریختہ را ہموار می گوید و در ریختہ بنیاد می گذارند (ذکر گردیزی)
۳۔ عارف الدین خاں عاجز پہلوان تیغہ زور سخنوری و رستم سلح شور معنی پروری
ہنگام۔ ریائے شیریں مقالی۔ خفیتم نیستان رنگیں خیالی۔ شاعریت زبردست و معنی
آفرینیت صاحب قدرت زمین ہائے تنگ الخ ریختہ طرح می کند و قوافی تازہ و
دلچسپ بکار می برد۔ و ہیچ جا عاجز می ماند چنانچہ خود می گوید

کہتے ہیں سنگلاخ زمینوں میں ہم تو شعر	پانا ہماری شوخی معنی کو ہے بکٹ

روزے در حیدرآباد با فقیر ملاقات کہ ملاقات اول ہموں بود دست داد اشعار
خود بسیار خواند۔ گفتم کہ با وصف غلبت تخلص عجز (عاجز) از ہر حیثیت کا تنکہ غالب
می شد فرمود کہ در ظلمات انکار آب حیات غلبیت موجود است و ایں بیت مرزا غالب علیہ الرحمۃ

وچار بحر ردیف و نثر مرتب از دیوان مذکور معلوم خواہد گردید بالفعل ریختہ چند ازاں بہ تحریر قلم می آید۔

عرق جب اس پری کے چہرۂ پرنور سیں ٹپکے
خجل ہو گل سیں شبنم جیوں ہوا سو سیں ٹپکے

اگر اس زلف مشک آمیز سیں چینی میں پانی آ بے
عجب نیں عطر عنبر کاسہ فغفور سیں ٹپکے

مری آنکھوں سیں خونیں اشک یوں گرتے ہیں پلکوں پر
لہو سولی کے اوپر جیوں سر منصور سیں ٹپکے

اگر کیف سخن میرا نہال جمع تاک کو پہنچے
صراحی شاخ ہو جاوے شراب انگور سیں ٹپکے

بھروں جب آہ کا دم اپنے گلگوں پوش پن عاجز
دم اسرافیل کا لوہو ہو بانگ نشور سیں ٹپکے

ولہ

خوش زلفوں کے غم میں گلدام داغوں سیں دل بن گیا میرا موروں کی مانند
سینہ میں آہوں کے رشتے لپٹے ہیں میرے کالی کمند وں کی مانند

دل لالہ رویوں کے غم کی ضیافت کو جب سے قبولا ہے دم بخت ہو ہو
ہر دم ہزاروں ہی داغوں کے قرصوں کو چپتا ہوں سینہ میں توروں کی مانند

افتادگی ز خاک برآورد دانہ را
گردن کشی بہ خاک نشاند نشانہ را

اکثر اشعارش چہ از فارسی وچہ از ریختہ بنا بر بے پروائی او تلف شدند وکسانیکہ ہرچہ بہ زبانی او شنیدہ بہ صفحۂ قرطاس نوشتند باقی ماندند ورنہ او دماغ تحریر مسودات خود نمی دارد و طبع زاد خویش را از زبان سامعان یاد می خواند بے شائبہ ریب در شعر ریختہ میرزا بیدل وقت است۔ در بحر جہولنہ و کبت و اشلوک و دیگر ابجلہ تانہ ریختہ ہائے متعدد دارد و می گوید کہ ع بہ دستم ہرچہ آید می نوازم۔

ولہ

فلک سرکش ہوا اس بار غم سیں چرخ کھا دوہرا — رہیگا تا قیامت میں ہمارے درد کا شہرا
لکھوں زہرہ جبین کے گال کی ذرہ اگر خوبی — کروں میں صفحۂ خورشید پر یاقوت سیں بہرا
لکھوں کیا خوبیاں وہ حسن عالم تاب کی عاجز — وہ رشک مہر کی روشن جبیں سیں ہو گیا بہرا

ولہ

بغیر از وہ لب شیریں مجھے خوش نیں شکر پارے — حلاوت فہم دل کہتا ہے میٹھے جاکے ہیں سب کھارے
وہ گلرو کے لگا یا عنبریں زلفوں کے ماتھے — گلستاں دل کے چشموں میں گل شب بو کے فوارے
طبیب اٹھ جا سرہانے سیں علاج اب ہو چکا میرا — جہاں میں کہیں بھی جیتے ہیں دوانے زلف کے مارے

ہیچ آتش زبانے در دکن نیست کہ با و مقابلہ برخیزد و کسے چرب زبانے دریں مرز و بوم نیز کہ پیش او شورے برانگیزد۔ موزونان ایں سرزمین بید ست شدہ بہ آتش از چشم گوش می گیرند و فصیحان ایں جا بدہن بستن خود از پا افتادہ خط بر جبین می کشند مورخ بے بدل است بقصہ "لعل و گوہر" جملہ پانصد بیت بہ نظر در آمدہ گو اہر گرانبہائے معانی تازہ مرصع نمودہ...... دیوان ریختہ اش کہ جملہ یک ہزار بیت کسرے زیادہ است بہ نظر در آمد

(چمنستان شعرا ۲۶۳)

۴- عارف الدین خاں عرف مرزا لے عاجز تخلص، اورنگ آبادی بلخی الاصل است پدرش در زمان سلطنت عالمگیر بادشاہ از بلخ بہ ہندوستان آمدہ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ بہ منصب سرافراز گردیدہ با خود داشت بعد از آنکہ پدرش وفات کرد خاں مشار الیہ صغیر بود از انجا کہ ز حضرت کریم رحیم بندہ ہائے خود را ضایع نمی گذارد بہ فضل عمیم از فہم و دانش بہرہ وافر بخشید چوں بہ سن تمیز رسید

خدا جانے دوانا دل کدھر جا بار رہا میرا — صبح بیں شام لاگ آہوں کی دوڑاتا ہوں ہر کارے
ملا لے دل کو میرے پھر گویا وہ جانتے کچھ نہیں — جہاں میں کم ہو دیکھے تم سری جان عیار
رسید پہنچا دو شاہ حسن کوں جلدی سے جاں ہو وے — لے ٹانڈا اشک کا لے دل تو سودائی بنجارے
بچھا یا دلبر جانی کہ آخر ابر رحمت نے — رقیبوں نے بہٹ دھکاوے تھے غم کے انگارے
ہو وہ من ہرن کے من کے چیتیوں سے بیٹ عاجز — جنھوں نے بار ہا جا دشت میں شیروں کو للکارے
شب اس مہتاب رو کوں دیکھ کر عاجز عرق آفشاں — کلیجہ پھٹ گیا مہتاب کا گننے لگا تارے

بہ دستگیری و عنایت نواب سید لشکر خاں بہادر نصرت جنگ صوبہ دار اورنگ آباد بہ عطائے منصب و خطاب خانی سرافراز گردید بہ جاگیر قلیلے اوقات بسری برد۔ در این روز ہا بخدمت بخشی گری رسالہ سواراں کہ نواب نامدار مذکور سربلند فرمود، سرگرم خدمت و مستعد جاں نثاری است نشۂ شجاعت ہم دارد و با فقیر حقیر از طفولیت ہمدم و یکدل است۔ از روئے اشفاق بدیدن احقر تشریف ارزانی می فرماید۔ در کوتوال پورہ بلدہ اورنگ آباد احقر العباد مکانے ساختہ روزے قدم رنجہ داشتہ بود فقیر از راہ شوخی جرات نمود کہ دعوئے تاریخ گوئی دارند تاریخ ایں مکان ہمیں زمان بدیہہ بر زبان آرند تبسمے کرد و گفت چہ صلہ خواہند داد۔ گفتم ہر چہ بخواہند۔ لمحہ سر در گریبان فرو برد بجوز وجد نمود و ایں قطعہ تاریخ بدیہہ فرمود۔

منزل عیش بہ از چار محل — کرد بنیاد چو مرزا افضل
گفت تاریخ بنائیش ہاتف — منزل جاہ و مکان افضل

فہم عالی دارد و بہ طبع رسا در اشعار فارسی و ریختہ ہندی از نازک خیالان است و تاریخ گوئی بے بدل دیوان فارسی و ریختہ ترتیب دادہ و تحفۃ الشعرا قلمی

(۲۸) رسا

ابوالحسن رسا تخلص فکر رسا داشت مسکنش بالاپور متصل صوبہ ایرج پور مزارش نیز در بالاپور واقع است، صاحب دیوان واز رفقہائے حفیظ الدین خاں بہادر بودہ اشعار اوست۔

بسکہ دل محو خیال چشم نرگس فام ہے — ہر طرف مد نظر موج گل بادام ہے
بلبلیں شعلے پہ جھڑ مارتے ہیں جیوں پتنگ — بے مروت بے وفا نامہرباں خود کام ہے
حاجت جال قفس اے پر جفا صیاد نہیں — رشتہ تدنگہ مجھ ناتواں کا دام ہے
التجائے ساغر سرشار ساقی ہیں رسا — ہر نگاہ مست انکی مد بھرا اک جام ہے

ولہ

مکھ سیں دلبر کے وا نقاب کرو — حسن کو اسکے بے حجاب کرو
ذوق پا بوس ہے اگر دل میں — حلقہ چشم کو رکاب کرو
جام مے کی موہن کو خواہش ہے — دل کو میرے لے جا کباب کرو
طبع میری بلند ہے یارو — ہے بجا گر رسا خطاب کرو

(۲۹) وفا

آقا محمد امین وفا تخلص خلف الصدق حکیم محمد نقی خاں متوطن ایرج پور اہل صفا و در اخلاص باپر وفا صاحب طبع بودہ است، از اوست۔

عجب میں تجھ طرف اے دلربا عاشق ہے تجھپر — دل و جاں چشم و گوش و ہوش نسبت محو ہیں تیرے
اگیکا سبزۂ خط آبداری سیں تری مکھ کی — نہیں حسن میں جو دانہ ہائے خال پیچھے ہیں

دسے جیوں آشیاں ہر حلقہ جعد معنبر ہو ۔۔۔ وفا یک زلف میں کئی طائر دل کے بسیرے ہیں

ولہ

دو جہاں کو ترک کر اک دلربا کے واسطے ۔۔۔ اب خودی سیں باز آئے دل خدا کے واسطے

گھیرے جامہ کے ہوں ہیں بند گھیرے میں پھنسا ۔۔۔ دل کی گھنڈی بن کے میں تیری قبا کے واسطے

بل گئے بلدار چہرہ پر ترے عاشق کے دل ۔۔۔ پیچ میں ہم کو لیٹا کس خطا کے واسطے

سرخروی ہو مجھے تا دستگیری سیں تری ۔۔۔ خوں مرا پامال کر رنگ حنا کے واسطے

محضر دل خاکساری سے قبولیں مہر و سل ۔۔۔ خاک رہ میں ہو رہا کس نقش پا کے واسطے

خال و خط نے پیو کی مجھ دل سیں نکالا ہے دھواں ۔۔۔ تخم ریحاں کا کرو شربت دوا کے واسطے

نہ لگا خوبی کو اپنی بے وفائی کا کلنک ۔۔۔ مت وفا سے ترک کر ملنا خدا کے واسطے

ا۔ وفا شاعریست خوش گو (چمنستان شعرا ص ۱۴۳)

۲۔ آقا امین ایلچ پوری تخلص وفا پدرش حکیم محمد تقی خاں در عمل صوبہ داری امیر الامرا السید حسین علی خاں بہ امارت رسیدہ بہ عالم بقا رفت بعد فوت پدرش تلاشش منصب جاگیر نکردہ در بلدہ ایلچ پور صوبہ برار ۔ ۔ ۔ یافت وجہ معیشت حکام انجا قانع و خورسند است بہ علم عربی و حدیث و فقہ آشنا است طبع نظم و نثر دارد در بلدہ ایلچ پور روضہ منورہ کہ حضرت شاہ عبد الرحمان با علو شان است ہر سال عرس ایشان خلایق بسیار جمع می آیند و شتائی چراغاں بہ تکلف تمام می نمایند در تعریف چراغان فقرات نثر و ابیات نظم خوب گفتہ (تحفۃ الشعرا ص ۱۱۷)

عزلت

ہم دریں زمین شاہ عبد ولی سورتی کہ فضل و بلاغت و کمال ایشاں از تحریر و تقریر بیرون است، ریختہ پر مضمون و موزوں نمودہ در ایام آصف جاہ نظام الملک بہ خجستہ بنیاد آمدہ۔ چند گاہ با نواب مرحوم ہم صحبت بودند۔ محاسن را می تراشیدند۔ ہیچ احدے از فضلا و علما نمی توانست

۱۔ سید عبد الولی سلمہ اللہ عزلت تخلص از سورت اند، خلف الصدق حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ سورتی کہ مستند عالم گیر بودند، درویش وضع عالم فاضل بزرگ متوکل مشق شعر فارسی ہم کردہ اند لیکن مزاج اوشان میلان ریختہ بسیار دارد تازہ وارد ہند وستان کہ عبارت از شاہجہاں آباد است شدہ اند نسبت تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیب کلام شان واضح می گردد کہ بہرہ بسیار از دردمندی دارند و با ایں ہمہ کمال ایں قدر وسعت مشرب بہم رسانیدہ اند کہ در ہر رنگ چوں آب امیزند با فقیر جوشش ہا می کنند۔ مرد با استقامت اند۔ خدا ایشاں را سلامت دارد (نکات الشعراص ۹۷)

۲۔ صاحب طرح والا فطرت حضرت سید عبد الولی عزلت پسر حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ بہ تصفیہ ظاہر و باطن مجلی است و بہ دریافت کسبی و موہبی مجلی۔ اصلش از ناموره بریلی است۔ و مولد و منشا اش سورت، کتب متداولہ عربیہ آموختہ است و از فارسی نیز بہرہ اندوختہ۔ خوش گو و خوش صحبت

کہ بہ بحث علم مقابل ایشاں دم زند۔ غرض ہمچو شخص را از جملہ مغتنمات زمانہ باید دانست۔ در محافل امرا معزز و مکرم اند۔ چند ریختہ ایشاں منلک قلم می شود۔

جل ہوا کا جل کس بین کی طوطیا کے واسطے ۔۔۔ خوں ہوا کس کے ہاتھوں کی حنا کے واسطے
بیں مرا مجنوں لباسی لیک دست گردباد ۔۔۔ دامن وچولی ہیں سودا کی قبا کے واسطے

کسے است۔ خداش سلاست دارد۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ عزلت میر عبد الولی نام، متوطن سورت، مردے فاضل و عالم۔ از نبایر حقیقت آگاہ شاہ عزیز اللہ سورتی است۔ با وجود آبادی ظاہر بہ تعمیر باطن مشغول است در عہد سلطنت مرزا احمد بہ دار الخلافت تشریف داشت شاعر دوستی در مزاج او بہ مرتبہ بود بلکہ برائے مناسبت ایں طایفہ گاہ گاہ خود ہم دو سہ بیت موزوں می کرد (مخزن نکات ص ۶۵)

۴۔ سید عبد الولی عزلت فرازندۂ سخنوری وسخندانی طرازندۂ بساط معنی پروری وشیریں بیانی جوہر مرات سخنہائے برجستہ فروغ شمع مضامین شستہ۔ مجلس آرائے بزم نکات رنگیں، انجمن پیرائے خیالات متین۔ ساقی شراب جادو مقالی جرعہ بخشش رحیق نازک خیالی۔ عندلیبے است ہزار داستان و طوطی است شکر بیان۔ سرو یست از باغستان خیال و تدرویست از کوہستان کمال۔ ضمیر صفا پذیرش جامے است جہاں نما و فکر سریع السیرش ماہتابے است آسمان پیما سخن رنگینش مرہم بخش دلہائے حزیں معانی شیرینش مونس اشخاص غمگیں

دیکھتا ہوں جمع کر خاطر پریشانی کی راہ   کر رہا ہوں کس کے کوچے کی صبا کے واسطے
اس عرق ریزاں ذقن کی چاہ کا ہوں میں مریض   سیب کا شربت ہی یہ میری دوا کے واسطے
نالہ کش تھا دل ہوا ناگہ خموش آیا ہی کون   چپ رہا سننے کو کس اواز پا کے واسطے
شور بلبل سن عدم کے خواب میں جاگیں گے لوگ   مت وہر وگل کو کسی کی قبر اوپر خدا کے واسطے

شعر فارسیش گوہریست آبدار۔ و نظم ریختہ اش لولویست شاہوار۔ نکات رنگیں بہ مین انفاس مسیحایش زندہ و خیالات شیرینش بر طبع چالاکش نازندہ۔ در مصوری قدرتے دارد کہ مانی و بہزاد پیش او مانند پیکر تصویر در بند حیرت می مانند در موسیقی و سنگیت دستے دارد کہ صاحب کمالان این فن تمامش دست بگوش می گذارند۔ در علم دوہرہ و کبت دریائے است مواج و بحریست متلاطم۔ شعر خوانی گلو سوزش جانے از سامعان می برد و سخن گوئی دل فروزش روح تازہ عطا می کند۔ میرزا صائب علیہ الرحمہ قبل ازیں چند سال در حق آں جناب می فرماید و حرف ولایت تصفیہ باطن را بایں حسن وجہ ادا می نماید

"دریں زماں کہ عقیم است جملہ صحبتہا   کنارہ گیر و غنیمت شمار عزلت را"

راقم سطور ہر گاہ کہ بہ حیدرآباد رفت ربط از آں جناب پیدا کرد۔ چنانچہ ہر روز بلاناغہ بخدمت می رسید و آں جناب ہم اکثر گاہ بہ غریب خانہ قدم رنجہ می فرمودند۔ فقیر سوال (؟) بہ انعام آں جناب بہ دستخط نواب صلابت جنگ بہادر ساتید بہ نظر انوار گذرانید۔ الحال سلسلہ ترسیل مراسلات از جانبین گرم است۔ کلیات ... ہمہ بیت چاردہ ہزار خواہد بود۔ کلیات ریختہ اش کہ قریب دو ہزار عدد است مع ... کہ در جواب درو مند گفتہ و رباعیات و بارہ ماسی (.....) و پہیلی ہا و کبتہا و دوہا

مبتدی اور منتہی کو بس ہے وحدت کی خبر ‌ ‌ ‌ ہر دو عالم ہے خبر یک مبتدا کے واسطے

مثل غزلت باب عرفاں خود بخود تجھ پر کھلے ‌ ‌ ‌ دل کو جیوں آئینہ روشن کر خدا کے واسطے

وله

میں وہ مجنوں ہوں کہ آبادیٔ اجڑا سمجھوں ‌ ‌ ‌ مشت خاک اپنی اڑا کر اسے صحرا سمجھوں

شعلہ ساں محو ہوں ان شعلہ قدوں کے اوپر ‌ ‌ ‌ میں نہ جلنے کو ہی جانوں نہ تماشا سمجھوں

وجولانه که دراں نرگس تخلص می کند به نظر و آمد (چمنستان شعرا ص ۲۴۵)

۵۔ سید عبد الولی عزلت تخلص خلف سید سعد الله درویش سورتی جامع اقسام فضایل است بلا قید مشرب دارد۔ ریش و بروت تراشیده به وضع رندان می باشد از فهم عالی اشعار فارسی هندی خوب می فرماید در علم حقایق و معارف بحر مواج است دیوانے ترتیب داده (تحفة الشعرا قلمی)

۶۔ سید عبد الولی عزلت .... با وصف فضیلت اطوار و اقوالش خالی از سبکی و هرزالی نه بود۔ در زمان دولت نواب محمد علی وردی خاں مهابت جنگ مغفور وارد مرشد آباد و مورد مهربانی نواب مذکور گردید و بعد انتقال نواب به دکهن رفت۔ اشعارش مدون به نظر این خاکسار در آمد (گلزار ابراهیم قلمی)

۷۔ عزلت میر عبد الولی بن سید سعد الله سلونی سورتی که ترجمه اش در فصل ثانی از دفتر اول گزارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گهر خوانده و در معقولات حیثیتے خوب بهم رسانده فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت الله در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است موسیقی هندی خوب میداند۔ مشار الیه اشتیاق شهر شاهجهاں آباد در حرکت آورد و از بندر سورت روانه شده بعد از طے عرض راه بتیم جمادی الاول سنه اربع وستین ومائه والف (۱۱۶۴ھ) واصل آں بلده فاخره شد و تا وقت همان جا ست۔ منتخبے از دیوان خود برائے مطالعه فقیر به بندر سورت فرستاده بود۔

(سرو آزاد ص ۳۲۳)

علیہیات

۱ نکات الشعرا از میر تقی مطبوعہ انجمن ترقی اُردو
۲ تذکرۂ فتح علی گردیزی قلمی
۳ مخزن نکات از قایم چاند پوری مطبوعہ انجمن ترقی اردو
۴ چمنستان شعرا از لچھمی نارایین شفیق "
۵ گلزار ابراہیم از علی ابراہیم خاں خلیل قلمی
۶ تحفۃ الشعرا از ابراہیم بیگ قاقشال "
۷ سرو آزاد از علامہ آزاد بلگرامی مطبوعہ

اشاریہ

الف

ب

پ

ت

ث

ح